قرآنی مطالعات

(سماجی، معاشی وسیاسی مسائل کے حوالہ سے)

www.KitaboSunnat.com

ظفر الاسلام اصلاحی

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قرآنی مطالعات

(سماجی، معاشی وسیاسی مسائل کے حوالہ سے)

ظفر الاسلام اصلاحی
پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اسلامک بک فاؤنڈیشن
۱۷۸۱-حوض سوئیوالان، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ:

© Islamic Book Foundation, New Delhi

Name of the Book	:	**Qurani Mutalaat** (Samaji, Maashi wa Siyasi Masail ke Hawalah se)
Name of Author	:	Zafarul Islam Islahi
Edition	:	1435AH / 2014AD
Distributed By	:	**Islamic Book Foundation** An Institue of Islamic Research & Publication 1781, Hauz Suiwalan, New Delhi - 110002
Pages	:	**152**
Price	:	**120/-**

نام کتاب	:	قرآنی مطالعات (سماجی، معاشی و سیاسی مسائل کے حوالہ سے)
مصنف	:	ظفر الاسلام اصلاحی
سن اشاعت	:	۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء
صفحات	:	۱۵۲
قیمت	:	120/- روپے
مطبع	:	ڈائمنڈ پرنٹرز، نئی دہلی
ناشر	:	

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۷۸۱-حوض سوئیوالان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

Mob : 09313780743

Email : ibookfoundation@gmail.com

Islamic Book Foundation

AN INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATIONS

1781, Hauz Suiwalan, New Delhi - 110002

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

	تعارفی کلمات	۵
باب اول :	قرآن مجید کا تعارف	۱۳
باب دوم :	قرآن کا تصورِ احسان	۴۱
باب سوم :	سماجی زندگی کی بہتری اور قرآنی ہدایات وتعلیمات	۶۲
باب چہارم:	مالی معاملات میں قرآن کے مطالبات	۷۸
باب پنجم :	عورتوں کے معاشی حقوق قرآن کریم کی روشنی میں	۱۰۸
باب ششم :	سیاست وحکومت اور قرآن کے رہنما اصول	۱۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (یونس ۱۰/۵۷)

(اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے، یہ دلوں کے امراض کے لیے شفا ہے اور مومنین کے لئے رہنمائی و رحمت ہے)

☆ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى (النحل ۱۶/۹۰)

(بے شک اللہ انصاف و احسان اور رشتہ داروں کو [ان کا حق] دینے کا حکم دیتا ہے)

☆ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالاً طَيِّباً وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (النحل ۱۶/۱۱۴)

(پس کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال و پاک روزی عطا کی ہے اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم [صحیح معنوں میں] اس کی عبادت کرنے والے ہو)

☆ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (الحج ۲۲/۴۱)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قایم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفی کلمات

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس کا فیض زمانۂ نزول سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ نہ تو اس کے فیوض کی کوئی حد ہے اور نہ اس کی برکات کی انتہا ہے۔ اس کو پڑھنے، پڑھانے، سمجھنے، سمجھانے اور اس کے علوم و معارف کو عام کرنے کے لیے جو کچھ کوشش کی جائے وہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ یہ علوم و معارف کا بحرِ ناپیدا کنار ہے، اس میں جتنی غواصی کی جائے اتنی ہی قیمتی باتیں اور پرحکمت تعلیمات سامنے آتی ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن کی تعلیمات و ہدایات کسی خاص شعبہ حیات تک محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کے جملہ شعبوں پر محیط ہیں۔ مذہبی زندگی سے لے کر سیاسی معاملات تک ہر میدان میں قرآن ہمارے لیے بہترین رہنما ہے۔ قرآن کریم نے اپنے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے: إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يِهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل ۱۷/۹) [بلاشبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے]۔ قرآن کے اس وصف سے ہم اسی وقت فیض یاب ہو سکتے ہیں جب ہم زندگی کے ہر معاملہ میں قرآنی ہدایات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور انھیں اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں۔ درحقیقت قرآن کو پڑھ لینا اور سمجھ لینا کافی نہیں ہے جب تک ان باتوں پر عمل نہ کیا جائے جو ہمیں قرآن سے معلوم ہوتی ہیں، لیکن اسی کے ساتھ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات و ہدایات سے ہم خود واقفیت حاصل کریں اور پھر دوسروں کو ان سے روشناس کرائیں۔ بہتر ہوگا کہ لوگوں کے سامنے انھیں سہل اسلوب اور سادہ زبان میں پیش کیا جائے تاکہ انھیں جاننے و سمجھنے میں آسانی ہو۔ موجودہ صورت حال میں جب کہ قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تعلیمات سے غفلت بڑھتی جارہی ہے اوران کی نسبت سے عمل کا پہلو دن بہ دن کمزور ہوتا جارہا ہے، اس بات کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ قرآن کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ زندگی کے مختلف مسائل میں قرآن ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے اس کو سمجھا جائے اور دوسروں کو سمجھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اہل ایمان پر قرآن کے بہت سے حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک اہم حق یہ بھی ہے کہ اس کے پیغام کو عام کیا جائے اور اس کی تعلیمات کو پھیلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو علمِ قرآن جیسی قیمتی دولت سے نوازا ہے اور جنھیں تحریر وتقریر کی صلاحیت عطا کی ہے ان پر یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اسے علمِ قرآن کے فروغ اور قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے لیے استعمال کریں۔

یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حیات انسانی کے گوناگوں مسائل کے بارے میں قرآنی تعلیمات کی تشریح و ترجمانی کرتے ہوئے دو باتوں پر خاص زور دینے کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ یہ تعلیمات ہر دور میں قابلِ عمل ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان پر عمل کرنے میں ہی انسان کی بھلائی و بہتری ہے۔ یہاں یہ بات خاص طور سے قابل غور ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہدایات ربانی واحکام الٰہی کے ذکر کے بعد اس طرح کے کلمات ملتے ہیں: ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (التوبہ ۹/۴۱، العنکبوت ۲۹/۱۶، الصّف ۶۱/۱۱، الجمعۃ ۶۲/۹) [تمھارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم اس حقیقت کو جاننے والے ہو]۔ ظاہر ہے کہ ان ہدایات واحکام کا باعث خیر ہونا اس پر منحصر ہے کہ ان کو دل و جان سے قبول کیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حقیقت کو باور کرایا جائے قوت استدلال کے ذریعہ اور عمل کی طاقت کی بدولت بھی۔

قرآنی تعلیمات کی اشاعت کی اہمیت پر ایک دوسرے پہلو سے بھی غور کیا جاسکتا ہے۔ اس امر مسلم کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ قرآن انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس کے نزول کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل عظیم قرار دیا ہے (النساء ۴/۱۳) اور علم قرآن کی بخشش کو اپنی صفتِ رحمانیت کے اولین مظہر کے طور پر ذکر کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الرحمٰن ۵۵/۱-۲)۔ نبی آخرالزماں ﷺ پر قرآن کے نزول کو محبوب بندہ کی نشانی بتائی گئی ہے (الکہف ۱۸/۱، الفرقان ۲۵/۱)۔ ظاہر ہے کہ اس نعمت سے بڑھ کر اور کون نعمت ہوسکتی ہے جو ابدی یا لازوال نعمت یعنی جنت کی راہ دکھانے والی ہے، اس کے حصول کا طریقہ سکھانے والی اور ان اعمال کی نشان دہی کرنے والی ہے جو اس کا مستحق بنانے والے ہیں۔ اس نعمت سے خود فائدہ اٹھانا اور دوسروں کے لیے اس کے مواقع فراہم کرنا بہر حال مطلوب و مستحسن ہے۔

انہی احساسات کے تحت قرآن کا مطالعہ اور اس کی آیات میں غور و فکر کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جب کسی خاص موضوع پر یہ کاوش پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے تو یہ مضمون کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور ششماہی علوم القرآن یا کسی اور رسالہ کی نذر ہو جاتی ہے۔ ادھر کچھ عرصہ سے علوم القرآن کے اداریہ کی صورت میں بھی قرآنی موضوعات پر ناچیز کی کاوشیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ پیش نظر کتاب (**قرآنی مطالعات**) کے مشتملات کا زیادہ حصہ انہی تحریروں پر مشتمل ہے۔

ان تحریری کاوشوں کو کتابی صورت میں مرتب کرتے وقت ان کی اصلاح و تہذیب کی گئی ہے۔ یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب قرآن مجید کے تعارف پر ہے۔ اس میں قرآن کا تعارف ان خصوصیات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے جو خود اس کتاب ہدایت میں مذکور ہیں۔ اس میں خاص طور سے ان ذیلی عناوین کے تحت قرآن کا تعارف کرایا گیا ہے کہ یہ کتابِ ہدایت، کتابِ رحمت، کتابِ فرقان، کتابِ ذکر، کتابِ تدبر و تفکر اور کتابِ عمل ہے۔ اس ضمن میں متعلقہ آیات کی تشریح و ترجمانی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور ان نکات پر زور دیا گیا ہے کہ نزول قرآن کا بنیادی مقصد راہ مستقیم دکھانا، روز مرہ زندگی سے متعلق ہدایات ربانی بہم پہونچانا اور حق و باطل میں فرق واضح کرنا ہے۔ یہ کتاب سارے انسانوں کے لیے کتاب رحمت و برکت ہے لیکن ان سب اوصاف سے انسان اسی وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے جب وہ قرآنی ہدایات و تعلیمات سے واقفیت حاصل کرے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے قرآن نے بار بار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یاد دلایا ہے اور اس پہلو سے اس کا کتاب ذکر و نصیحت ہونا اور واضح ہو جاتا ہے۔

لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، ان کے ساتھ نرمی و ہمدردی کا معاملہ کرنا، غریبوں کی مدد کرنا اور ضرورت مندوں کے کام آنا انسانی اقدار کے اعلیٰ پہلو ہیں جو سماجی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اس سے اخوت و بھائی چارگی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور تعاون علی الخیر کی فضا فروغ پاتی ہے۔ قرآن کریم نے اس طرز عمل کے لیے ایک جامع لفظ ''احسان'' استعمال کیا ہے۔ دوسرے باب (قرآن کا تصورِ احسان) میں اس سے تفصیلی بحث کی گئی ہے اور متعلقہ قرآنی آیات کی تشریح و توضیح پیش کی گئی ہے۔ اس بحث میں اس نکتہ کو خاص طور سے نمایاں کیا گیا ہے کہ معاشرتی نظام کی بہتری اور اس کے استحکام کے لیے اخوت و ہمدردی، حسنِ سلوک و تعاون جیسے نیک جذبات کا فروغ پانا ضروری ہے۔ قرآن کے تصور احسان میں انہی باتوں پر زور ملتا ہے۔ جس معاشرہ میں خیر خواہی، صلہ رحمی، ہمدردی و باہمی تعاون کی خصلتیں پروان چڑھیں گی وہاں لازمی طور پر تعلقات و معاملات بہتر ہوں گے اور امن وامان کا ماحول ہوگا۔

تیسرے باب کا موضوعِ بحث ہے: سماجی زندگی کی بہتری اور قرآنی ہدایات و تعلیمات۔ اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ سماجی زندگی کو بہتر و خوشگوار بنانے کے لیے اللہ رب العزت اور اس کے بندوں دونوں کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔ دونوں حقوق میں بہت گہرا تعلق ہے۔ قرآن کریم سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ جو شخص اپنے خالق و مالک سے اپنا تعلق مضبوط کرے گا اور اس کے حقوق ادا کرے گا اس کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ زیادتی و ناانصافی کرے یا ان کے حقوق کی ادائیگی سے بے پروا ہو جائے۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و اطاعت کے حکم کے بعد بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی ہدایت دی ہے اور انسانوں کو وہ حقوق یاد دلائے ہیں جو سماج میں رہتے ہوئے مختلف حیثیتوں (والدین، اولاد، شوہر، بیوی، بھائی، بہن، رشتہ دار، پڑوسی، دوست، حکمراں، عام شہری، مالک، ملازم، مزدور، تاجر، کسان، اصحاب دولت، اہل علم وغیرہم) میں ان پر عاید ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن اپنی ہدایات وتعلیمات کے ذریعہ یہ ذہن بناتا ہے کہ لوگ اپنے اوپر عاید ہونے والے حقوق کو یاد رکھیں اور ان کی ادائیگی کو یقینی بنائیں تو نہ آپس میں اختلاف ونزاع پیدا ہوگا اور نہ معاشرہ کا امن وامان درہم برہم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ایک دوسرے کے حقوق یاد دلا کر ان کی ادائیگی پر بار بار زور دیا ہے۔ دوسرے سماجی زندگی کی بہتری کے لیے قرآن نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کو کافی اہمیت دی ہے اور بار بار یہ مطالبہ دہرایا ہے کہ لوگوں سے تعلقات و معاملات، لین دین اور مقدمات کے تصفیہ ہر باب میں انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں اور اس ضمن میں امیر وغریب، طاقت ور وکمزور، دوست و دشمن اور اپنے وغیر میں کوئی تفریق نہ قایم کی جائے۔ مزید براں اہل حکومت کو انصاف برتنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے اس لیے کہ قیامِ عدل سے متعلق بہت سے معاملات حکومت یا انتظامیہ سے وابستہ رہتے ہیں۔ بلاشبہ معاشرتی امور سے متعلق قرآنی ہدایات پر عمل کرنے سے اختلاف ونزاع اور نفرت وعداوت کی کیفیت دور ہوگی اور دوستی وہمدردی اور اخوت و بھائی چارگی کی فضا پروان چڑھے گی۔

انسانی زندگی میں مالی معاملات کو بعض وجوہ سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ مالی معاملات اگر بخیر وخوبی انجام پاتے ہیں تو اس سے نہ صرف معاشی زندگی بہتر ہوتی ہے بلکہ سماجی زندگی پر بھی اس کے خوشگوار اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن نے جو رہنما اصول دیے ہیں ان کو جاننا وسمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا ہم سب کے لیے ضروری ہے۔ چوتھے باب (مالی معاملات میں قرآن کے مطالبات) میں انہی اصولوں کی تشریح وترجمانی کی گئی ہے۔ مالی معاملات سے متعلق قرآنی ہدایات میں خاص طور سے دیانت داری، سچائی، شفافیت اور عہد و پیمان کی تکمیل پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں کسب مال کے لیے جائز ذرائع اختیار کرنے، مال خرچ کرنے میں فضول خرچی اور ریا ونمود سے اجتناب، لین دین میں فریب ودغابازی سے پرہیز اور مالی معاہدات کا تحریری ریکارڈ تیار کرنے کی تاکید ملتی ہے۔ قرآن کریم نے مالی معاملات میں تین باتوں کو خاص اہمیت دی ہے۔ مال واسباب کے حصول میں حلال وحرام میں فرق ملحوظ رکھنا، مال خرچ کرنے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میانہ روی اختیار کرنا اور ریا و نمود سے پرہیز کرنا اور معاملات کو اختلاف و نزاع سے پاک رکھنا۔ ان سب ہدایات کے ساتھ قرآن اصحابِ مال کا یہ ذہن بنانا چاہتا ہے کہ مال اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمت ہے لہٰذا اس کے اکتساب میں ہدایات ربانی کی پیروی کی جائے اور اسی کے مقررہ ضابطہ کے مطابق اسے خرچ کیا جائے اور کار خیر میں صرف کرتے وقت صرف اس کی رضا پیش نظر رہے۔

قرآن کریم کے حوالہ سے معاشی مسائل کا مطالعہ و تجزیہ کرتے ہوئے عورتوں کے معاشی حقوق کا مسئلہ بار بار زیر بحث آتا ہے۔ موجودہ دور میں مختلف عالمی مذاہب و تہذیبوں میں عورتوں کے سماجی و معاشی حقوق کا مطالعہ ایک دلچسپ موضوع بحث بن گیا ہے۔ جدید دور میں کچھ خاص وجوہ سے اسلام کی نسبت سے اس پر بحث و مباحثہ اور زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ عورتوں کے معاشی حقوق کے حوالہ سے اسلام پر اعتراضات بھی کیے جاتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام میں نہ تو انھیں معاشی حقوق حاصل ہیں اور نہ ان کے مالی اختیارات ہیں۔ پانچویں باب میں قرآنی آیات کے حوالہ سے عورتوں کے معاشی حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ عورتوں کو مختلف ذرائع سے جو کچھ مال حاصل ہو اس پر نہ صرف ان کا مالکانہ حق ثبت ہو جاتا ہے بلکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اسے خرچ کرنے کی بھی مختار ہوتی ہیں۔ قرآن کی بعض آیات سے ضرورت کے وقت عورتوں کے لیے کسب مال کی اجازت ظاہر ہوتی ہے۔ صحابیات کی زندگی سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ دوسرے قرآن میں بلاتفریق مرد و زن زکواۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی ہے یہ امر بدیہی ہے کہ اگر عورتیں مال کی مالک و مختار نہ ہوں گی تو پھر زکواۃ و صدقات کی ادائیگی کا سوال کہاں پیدا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ مال کی مالک ہو سکتی ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق خرچ بھی کر سکتی ہیں اور کار خیر میں شرکت کے لیے اپنے ذرائع آمدنی میں اضافہ کے لیے کوشش کر سکتی ہیں۔ اس باب میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ عورت مختلف طور پر مال کی مالک بن سکتی ہے۔ بیوی کی حیثیت سے مہر اس کا مسلمہ حق ہے جس کی ادائیگی شوہر پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرض ہے وہ جب چاہے اسے وصول کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ نان ونفقہ اور رہنے سہنے کا معقول انتظام بھی بیوی کا حق ہے جو شوہر پر عاید ہوتا ہے۔ اس باب میں قرآنی ہدایات بالکل واضح ہیں۔ مزید براں قرآن میں جس تفصیل سے مختلف حیثیت میں عورتوں کے حقوقِ وراثت بیان کیے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے اس سے عورتوں کے معاشی حقوق کی اہمیت اور واضح ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے حوالہ سے انہی نکات کی تشریح وترجمانی اس باب میں مقصود ہے۔

آخری باب (سیاست وحکومت اور قرآن کے رہنما اصول) میں تفصیل سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ تصورِ ریاست، قیامِ ریاست کے اغراض ومقاصد، سربراہِ ریاست کے اوصاف وذمہ داریاں اور حکومت کے طور وطریق کے بارے میں قرآن کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ بحث کے شروع میں اس نکتہ پر خاص زور دیا گیا ہے کہ قرآن کی نظر میں حکمرانی ایک امانت ہے اور دیانت داری کے ساتھ اس کا حق ادا کرنا مسلم حکمراں کا طرۂ امتیاز ہے۔ دوسرے یہ کہ اسلامی ریاست بنیادی طور پر فلاحی ریاست ہوتی ہے۔ قرآن کی رو سے انسان کی سب سے بڑی کامیابی اس میں ہے کہ اس کا تعلق اپنے خالق ومالک سے استوار ہوجائے اور وہ اس نظام زندگی کو اختیار کرنے والا بن جائے جو اللہ رب العزت کا پسندیدہ ہے۔ درحقیقت قرآن یہ چاہتا ہے کہ اسلامی ریاست اس طور پر کام کرے کہ دینِ حق کو فروغ حاصل ہو، برائی کی تمام شکلیں مٹ جائیں اور نیکی کا بول بالا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اقامت دین، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام اور نفاذِ شریعت اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد قرار دیے گئے۔ قرآن مجید سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ عدل وانصاف کا قیام بھی حکمراں کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر نہ تو لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے اور نہ معاشرہ میں امن وامان قایم ہوسکتا ہے۔ بلاشبہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں عوام کی فلاح وبہبود کی ضمانت ہے۔ قرآن کے اصولِ حکمرانی میں مشاورت کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے اور اس نکتہ کی جانب خاص توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کی رو سے باہمی مشورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد اجتماعی فیصلہ کی بنیاد پر جو کام انجام پاتا ہے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ آخر میں اس حقیقت کو دل و دماغ میں جاگزیں کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن نے سیاست وحکومت کے جو اصول وضوابط وضع کیے ہیں وہ ہر دور میں قابلِ عمل ہیں۔ ان کی بنیاد پر جو ریاست قایم ہوگی وہ نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی۔

مختصر یہ کہ اس کتاب میں سماجی، معاشی و سیاسی مسائل کے حوالہ سے قرآنی ہدایات وتعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو بار بار زیر بحث آتے ہیں اور انسان ان کے حل کا متلاشی نظر آتا ہے۔ قرآن کریم ان کا جو حل پیش کرتا ہے اسے سمجھنا اور دوسروں کو اس سے باخبر کرنا افادیت سے خالی نہ ہوگا۔ اسی احساس کے تحت یہ کاوش پیش کی جارہی ہے۔ کوئی بھی انسانی کاوش خامیوں وکمیوں سے مبرا نہیں ہوسکتی۔ ان کی نشاندہی کے لیے ہم قارئین کے ممنون ہوں گے۔ اللہ کرے اس کتاب کو قبولیت نصیب ہو اور قرآن سے قربت پیدا کرنے کے لیے یہ مفید ثابت ہو۔

اللهم تقبل منا انک انت السميع العليم

۱۶ر محرم الحرام، ۱۴۳۵ھ
۲۰ر نومبر، ۲۰۱۳ء

ظفر الاسلام اصلاحی
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول

قرآن مجید کا تعارف

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے جس سے نبی آخر الزماں ﷺ کے توسط سے انسان کو مشرف کیا گیا۔ اس کتابِ عزیز کے تعارف کا سلسلہ اس کے زمانۂ نزول سے جاری ہے۔ اس کے لیے مختلف انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک معروف و مفید طریقہ یہ ہے کہ خود اس کتاب کی روشنی میں اس کا تعارف پیش کیا جائے یعنی خود قرآن اپنے اوصاف کیا بیان کرتا ہے اس کی تشریح و توضیح کی جائے۔ اس کتابِ مبین نے اپنے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان میں سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ یہ کتابِ ہدایت ہے، سارے انسانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اس میں ہدایت کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ یہ کتابِ عزیز اسی مقصد سے نازل کی گئی کہ انسان اس کی روشنی میں سیدھا راستہ دیکھ لے اور اس پر چل کر کامیابی کی منزل تک پہنچ جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (البقرہ ۲/۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے، اس میں ہدایت کی نشانیاں ہیں اور یہ حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی (کتاب) ہے۔

ایک دوسری آیت میں قرآن کا یہ وصف مزید واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب وہ راستہ دکھانے والی ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ اسی کو قرآن کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم کہا جاتا ہے اور اس پر چلنا کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل ۱۷/۹)

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری آیت میں قرآن کے اس وصف کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ. يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (المائدہ ۵/۱۵-۱۶)

تمھارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنی توفیق بخشی سے انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لا رہا ہے اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کتاب وہ روشنی عطا کرتی ہے جو گمرہی کا پردہ چاک کر دیتی اور ہدایت کی راہ نمایاں کر کے دکھاتی ہے۔ ایک دوسری آیت میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اس کتاب کے نزول کا یہ مقصد بیان کیا گیا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ضلالت کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی تک پہنچایا جائے۔

الٓرٰ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (ابراہیم ۱۴/۱)

الٓرٰ۔ یہ کتاب ہے جو ہم نے تمھاری طرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ ان کے رب کی توفیق سے خدائے عزیز وحمید کے راستہ کی طرف۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ قرآن کریم کسی خاص قوم یا کسی مخصوص علاقہ کے لوگوں کے لیے رہنما نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے یہ وسیلہ ہدایت ہے۔ ایک جگہ قرآن کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے:

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ (الجاثیہ ۴۵/۲۰)

یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے قرآن کی ہدایت کا یہ بھی ایک امتیاز ہے کہ یہ زندگی کے کسی خاص شعبہ تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق انسان کے جملہ شعبہ ہائے حیات سے ہے۔ اوپر یہ ذکر کیا گیا کہ قرآن راہِ مستقیم دکھاتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ راہ مستقیم کا تعلق زندگی کے تمام معاملات سے ہے۔ ایک جانب یہ کتاب عقاید کی اصلاح کرتی ہے اور عبادات کی بجا آوری کا صحیح طریقہ سکھاتی ہے تو دوسری جانب یہ حسنِ اخلاق کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتی ہے، سماجی تعلقات کی بہتری و خوش گواری کے اصول وضوابط وضع کرتی ہے اور لین دین کے معاملات میں اصولی ہدایات دیتی ہے۔ ان سب کے علاوہ یہ سیاست وحکومت کا طریقہ بھی سکھاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہدایت دینا، رہنمائی فراہم کرنا اور اللہ رب العزت کا مقررہ و پسندیدہ طرز زندگی واضح کرنا قرآن کریم کا بنیادی وصف ہے۔ انسان کی سعادت وفلاح اسی میں ہے کہ وہ اس سے رہنمائی حاصل کرے اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوراً (الدھر ۷۶/۳)

ہم نے اسے راستہ دکھا دیا ہے خواہ وہ شکر گزار بندہ بنے یا کفر کرنے والا۔

اسی سیدھی راہ کو دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور اپنے ہدایت نامے بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا، اس کی آخری و مکمل شکل قرآن مجید ہے۔ بلاشبہ اس کتاب کا وصفِ ہدایت اس میں پوری طرح جلوہ گر ہے۔ اب یہ انسان کی طلب وپہنچ پر ہے کہ وہ اس سے کس قدر فائدہ اٹھاتا ہے۔

قرآن کریم نے اپنا دوسرا اہم وصف یہ بیان کیا ہے کہ یہ فرقان ہے یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی ہدایات کی روشنی میں یہ اچھی طرح جانچا و پرکھا جا سکتا ہے کہ صحیح کیا ہے، غلط کیا ہے، کون حق کے راستہ پر ہے اور کون باطل کی راہ اپنائے ہوئے ہے، گویا کہ یہ کتاب حق و باطل کے لیے سب سے بڑی کسوٹی ہے۔ قرآن کا یہ وصف سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت (نمبر ۱۸۵) میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ ''الفرقان'' کے نام سے ایک مستقل سورہ ہے اس میں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصف کو اچھی طرح نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کی پہلی آیت ملاحظہ ہو:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان ۲۵/۱)

بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی کتاب اتاری تا کہ وہ اس کے ذریعہ دنیا والوں کو خبردار کر دینے والا ہو۔

قرآن کا یہ وصف (الفرقان) درحقیقت اس کے بنیادی وصف (ھدی للناس) کا حصہ ہے۔ اس لیے کہ ہدایت میں یہ بات شامل ہے کہ صحیح و غلط کی نشان دہی کی جائے، حق و باطل میں تفریق قایم کی جائے اور لوگوں کے سامنے یہ واضح کیا جائے کہ کون لوگ حق کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں اور کون باطل پر چل رہے ہیں، مذکورہ بالا آیت میں اسی حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی لیے نازل فرمایا تا کہ حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے۔ قرآن میں جگہ جگہ گذشتہ قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں، ان کے عقاید کی نشان دہی کی گئی ہے، ان کے طرز عمل کا جائزہ لیا گیا ہے اور پھر نتیجہ کے طور پر یہ حقیقت بے نقاب کی گئی ہے کہ ان میں کون لوگ اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے والے ہیں یعنی راہ حق اپنائے ہوئے ہیں اور کون اس کو چھوڑ کر باطل کی راہ اپنائے ہوئے ہیں۔ قرآن اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ انجام کے اعتبار سے بھی دونوں میں خطِ تفریق کھینچتا ہے اور ان کے انجام سے انھیں باخبر کرتا ہے۔ قرآن کا یہ اندازِ بیان یعنی حق و باطل میں امتیاز قایم کرنے کا رویہ پورے قرآن میں پھیلا ہوا ہے اور پھر اس طرح کی ہر وضاحت کے بعد یہ اعلان بھی ملتا ہے کہ اس میں عبرت ہے، سبق ہے عقل والوں کے لیے یا صحیح نہج پر غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔ سورہ یوسف کے آخر میں گذشتہ انبیاء کے زمانہ کے دونوں قسم کے لوگوں کی روش و انجام کے ذکر کے بعد یہ ارشاد ہوا:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (یوسف ۱۲/۱۱۱)

اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان فطری طور پر حق کا طالب ہوتا ہے، اس کی خواہش ہوتی ہے غلط و صحیح میں فرق معلوم ہو جائے یا حق واضح ہو کر اس کے سامنے آ جائے۔ بلاشبہ اللہ کی کتاب سے بڑھ کر اس بات کو واضح کرنے والی اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم کے تعارف کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ نصیحت سے بھری کتاب ہے، اس نصیحت کی طرف ذہن کو متوجہ کرنے کے لیے قرآن نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بڑا معنی خیز ہے اور وہ یہ کہ یہ نصیحت اللہ رب العزت کی جانب سے اس کے بندوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے بارے میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاء لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (یونس ۱۰/۵۷)

اے لوگو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ دلوں کے امراض کے لیے شفا ہے اور مومنین کے لیے رہنمائی و رحمت ہے۔

نصیحت کا مطلب ہوتا ہے خیر خواہی و بھلائی کی بات۔ اس کا سننا، اس پر توجہ دینا، اسے یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا ہر چیز منفعت بخش ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو مختلف ذرائع سے نصیحت ملتی ہے لیکن اس سے بڑھ کر قیمتی اور مفید نصیحت اور کون ہو سکتی ہے جو انسان کو خود پروردگارِ عالم کی جانب سے نصیب ہو جو نہ صرف ان کا خالق ہے بلکہ ان کی ضروریات زندگی اور ان کے مسائل سے پوری طرح باخبر ہے۔ ان سے بے انتہا محبت کرنے والا اور ان کے ساتھ بے حد رحم کا معاملہ فرمانے والا ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ رب العالمین کی جانب سے قرآن کی صورت میں انسان کو جو نصیحت نامہ ملا ہے وہ اتنا جامع ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے وہ اس قدر واضح و مدلل ہے کہ اس میں ذرا بھی پیچ و خم نہیں، وہ اس قدر دل نشیں ہے کہ ذہنوں کو اپیل کرتا ہے اور دلوں میں گھر کر جاتا ہے۔ قرآن میں دی گئی نصیحت کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ پوری کتاب میں پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں سے پڑھیے، جس صفحہ کی آیات پر غور کیجیے کچھ نہ کچھ نصیحت یا تذکیر کی بات ضرور ملتی ہے، کہیں عبادتِ الٰہی، مقررہ فرائض کی بجا آوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ کا پسندیدہ طرز زندگی اختیار کرنے کی ہدایت ملتی ہے، تو کہیں والدین، اقرباء، پڑوسی، غرباء و مساکین کے ساتھ حسن سلوک اور انسانی حقوق ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے، کسی مقام پر انفاق فی سبیل اللہ اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کی تاکید ہے تو کسی جگہ مالی معاملات میں دیانت داری سے کام لینے اور اپنے وغیر، دوست و دشمن، امیر وغریب کی تفریق کے بغیر سب کے ساتھ انصاف برتنے پر زور دیا گیا ہے۔ گویا قرآن کی نصیحت انسان کے ہر طبقہ اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والوں کو دونوں جہاں میں فوز وفلاح کی ضمانت ملتی ہے۔ درحقیقت انسان کے لیے سب سے بڑی بھلائی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائے، خالق و مالک اور رب العالمین سے اس کا رشتہ مضبوط ہو جائے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ کی بندگی میں لگ جائے۔ اسی میں اس کی عافیت ونجات ہے اور اخروی زندگی میں ہمیشہ ہمیش کا سکون اسی پر منحصر ہے۔ قرآن کریم کے پیغام کا ماحصل یہی ہے اور سچ یہ کہ اس کتاب کی نصیحت کا سب سے قیمتی جز یہی ہے۔

قرآن کے نصیحت ہونے کا یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ وہ اپنی نصیحت اور بھلائی کی باتوں کو بار بار انسان کے سامنے پیش کرتا ہے اور ان کی طرف انسانی ذہن کو مسلسل متوجہ کرتا رہتا ہے، وہ بار بار انسان کو اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق یاد دلاتا ہے اور ان پر عمل کے فیوض و برکات سے بھی باخبر کرتا ہے۔ قرآن کا ناصحانہ انداز اس سے مزید واضح ہوتا ہے کہ اپنی ہدایات دینے اور ان پر عمل کی تلقین کرنے کے بعد مختلف مقامات پر آخر میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اسی میں انسان کے لیے بھلائی و خیر ہے۔ کسی کی جانب سے زیادتی کی صورت میں انتقام سے گریز اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّـٰبِرِينَ (النحل ۱۶/۱۲۶)	اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔

ناپ تول ٹھیک کرنے یعنی دیانت داری سے کام لینے کی ہدایت کے ضمن میں یہ واضح کیا گیا کہ خبردار انجام کی بہتری اسی میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً (بنی اسرائیل ۱۷/۳۵)

اور پیمانہ سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

نماز جمعہ کے وقت خرید وفروخت کی ممانعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (الجمعہ ۶۲/۹)

اور خرید وفروخت چھوڑو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم لوگ اس کو جان لو۔

اسی طرح فساد و بدامنی پھیلانے سے دور رہنے کی ہدایت دیتے ہوئے ارشاد ہوا کہ اسی میں بھلائی ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (الاعراف ۷/۸۵)

اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اسی میں تمھارے لیے بھلائی ہے اگر واقعی تم مومن ہو۔

کسی بات میں اختلاف ہو جانے کی صورت میں معاملہ اللہ و رسول کے حوالہ کر دینا یا قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرنا یہ بھی قرآن کی ایک اہم نصیحت ہے اس سلسلہ میں بھی یہ واضح کیا گیا کہ خیر اسی میں ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً (النساء ۴/۵۹)

پس اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن کو ذکرٌ للعلمین اور ذکریٰ للعلمین بھی کہا گیا ہے۔ ایک جگہ اس کتاب کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ والقرآن ذی الذکر (ص ۳۸/۱)۔ ذکر و ذکریٰ کا مفہوم تقریباً وہی ہے جو موعظت یا نصیحت کا ہے۔ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفہوم میں نصیحت کرنا یا اچھی بات بتانا، یاد دلانا یا یاد دہانی کراتے رہنا سب کچھ شامل ہے۔ قرآن کی بہت ساری آیات میں اس کتاب کے لیے ''ذکر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے ان میں وہ مشہور آیت بھی شامل ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے (الحجر ۹/۱۵)۔ اسی طرح اس آیت میں بھی القرآن کے بجائے الذکر استعمال ہوا ہے جس میں اس کتاب کی تشریح و توضیح کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ کے سپرد کی گئی ہے (النحل ۴۴/۱۶)۔ یہاں ان آیات کے حوالہ سے خاص طور سے اس جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ قرآن سراپا یاد دہانی ہے ہدایاتِ ربانی کی اور احکام الٰہی کی۔ اس لحاظ سے قرآن کتابِ ذکر بھی ہے۔ یہ کتاب انسان کو بار بار یاد دلاتی ہے کہ اللہ کے بندہ ہونے کا تقاضا کیا ہے۔ اس کے فرائض کیا ہیں، اس پر دوسروں کے کون کون سے حقوق عاید ہوتے ہیں۔ وہ انسان کو باخبر کرتی رہتی ہے کہ عقیدہ کیسے درست کیا جائے، عبادت کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے، اخلاقی زندگی کی تعمیر کیسے ہو، لوگوں کے ساتھ تعلقات و معاملات میں کیا طرزِ عمل اپنایا جائے۔ قرآن کی یہ نصیحت و یاد دہانی بالکل عام ہے وہ سب کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی طرف پلٹ کر آنے کی بار بار دعوت دیتا ہے۔ کبھی وہ اپنا تعارف اس انداز میں کراتا ہے کہ یہ تو بس تمام دنیا والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ کبھی اس طور پر متوجہ کرتا ہے کہ اس میں سب کے لیے عبرت و نصیحت ہے پس جو چاہے اس سے فائدہ اٹھا کر راہ حق کو پالے یا اسے اللہ سے قربت کا ذریعہ بنالے۔ کہیں وہ انسان سے یہ سوال کرتا ہے کہ اس کتاب میں تمھارے لیے نصیحت و خیر خواہی کی باتیں ہیں آخر تم اس سے منہ موڑ کر کہاں جارہے ہو، کسی مقام پر وہ اس سے حیرت سے پوچھتا ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے بڑی بابرکت ہے یہ تمھیں اچھی اچھی باتیں یاد دلاتی ہے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ قرآن کی ان آیات سے یہی حقائق سامنے آتے ہیں:

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَلَمِينَ (ص ۸۷/۳۸) یہ تو بس تمام دنیا کے لیے یاد دہانی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (القلم ۶۸/۵۲)

یہ تو سارے جہاں والوں کے لیے ایک یاد دہانی ہے۔

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (المزمل ۷۳/۱۹)

بے شک یہ ایک نصیحت ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔

فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ. إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيْمَ (التکویر ۸۱/۲۶-۲۸)

پس تم کہاں بھاگے جا رہے ہو، یہ (قرآن) تو ساری دنیا کے لوگوں کے لیے نصیحت و یاد دہانی ہے۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو راہ راست پر چلنا چاہتا ہے۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُوْنَ (الانبیاء ۲۱/۵۰)

اور یہ بابرکت ذکر ہم نے اسے (تمھارے لیے) نازل کیا ہے پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو۔

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی نصیحت و یاد دہانی بالکل عام ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لیے ہے اس کے مخاطب معاشرہ کے مختلف طبقہ کے لوگ ہیں خواہ وہ مومن ہوں یا غیر مومن، قرآن کو ماننے والے ہوں یا اس کے منکر، عوام ہوں یا خواص، اس کی نصیحت میں سب کے لیے بھلائی ہے، اس کی یاد دہانی میں ہر ایک کے لیے خیر کا پہلو ہے۔ اس لیے سب کو اس کی طرف بلایا جا رہا ہے اور ہر ایک سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اس سے فیض حاصل کرے۔ اس نعمت کی ناقدری پر باز پرس بھی ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ کے توسط سے سب کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے:

وَإِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (الزخرف ۴۳/۴۴)

اور یہ تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے یاد دہانی ہے اور عنقریب تم سب سے پرسش ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم ایک اور اعتبار سے کتابِ ذکر ہے گرچہ اس پہلو پر کم توجہ دی جاتی ہے لیکن یہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ کہ اس میں ہر ایک شخص کا ذکر موجود ہے۔ اس میں ہر ایک کے حالات کا بیان ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (الانبیاء ۲۱/۱۰)

لوگو ہم نے تمھاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمھارا ہی ذکر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

اس آیت میں لوگوں کو مخاطب کر کے واضح کیا گیا ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہر شخص اپنا تذکرہ پڑھ سکتا ہے اس کے ذریعہ اپنے احوال واوصاف معلوم کرسکتا ہے۔ اپنے محاسن ومعایب کا پتہ لگا سکتا ہے، اس کے آئینہ میں وہ اپنے عمل و کردار کی تصویر کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ عقاید وعبادات سے متعلق وہ قرآنی ہدایات پر کہاں تک عمل کر رہا ہے اسے جان سکتا ہے، اخلاق کے اعتبار سے وہ کس مقام پر ہے وہ اسے قرآن سے دریافت کرسکتا ہے، معاملات میں صفائی و دیانت داری کے لحاظ سے وہ کس پوزیشن میں ہے اس کا بخوبی پتہ لگا سکتا ہے، حقوقِ انسانی کی ادائیگی میں اس کی کیا تصویر بنتی ہے اسے وہ دیکھ سکتا ہے، معاشرہ میں اس کا اپنا کیا مقام ہے، اللہ کے نزدیک اس کا کیا مرتبہ ہے اسے بھی وہ اس کتاب کے ذریعہ سمجھ سکتا ہے، غرض یہ کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے اور ایسا صاف و شفاف آئینہ ہے اس میں افراد بھی اپنے خدوخال دیکھ سکتے ہیں، قومیں بھی اپنی تصویر ملاحظہ کرسکتی ہیں۔ اس لیے کہ قرآن میں صحیح عقاید کی وضاحت کی گئی ہے، عبادات کی بجا آوری کا صحیح طریقہ بیان کیا گیا ہے، اللہ اور اس کے بندوں سے تعلق قایم رکھنے کے اصول وضوابط واضح کیے گئے ہیں، حسنِ اخلاق کے اعلیٰ نمونے پیش کیے گئے ہیں، مالی معاملات میں صفائی و دیانت داری کی ہدایات دی گئی ہیں، سیاست وحکومت کے رہنما اصول وضع کیے گئے ہیں، اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ و ناپسندیدہ اعمال کی نشان دہی کی گئی ہے، صاحب ایمان، فرماں بردار، صالح، متقی و باکردار لوگوں کو ملنے والے اجر وثواب اور انعام واکرام کی خوشخبری دی گئی ہے۔ نافرمان، سرکش و بدکردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوموں کے انجامِ بد سے خبردار کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہمارا تذکرہ کہاں کہاں ہے اور کس انداز میں ملتا ہے اسے مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں اہل اسلام کے ۱۰ اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور وہ ہیں: اللہ کی اطاعت وفرماں برداری، سچائی، صبر کرنا، فروتنی وانکساری اختیار کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، روزہ رکھنا، شرم گاہوں کی حفاظت کرنا، اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا۔ اس آیت کو سمجھ کر پڑھنے پر ہر شخص بخوبی اندازہ لگاسکتا ہے کہ اس پوری آیت میں اس کا ذکر ہے یا کچھ میں ہے یا صرف ایک دو میں ہے۔ اسی طرح سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، والدین، رشتہ داروں، یتامیٰ، مساکین، قرابت دار یا اجنبی پڑوسی، ہم نشیں و عام مسافر اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بے شک اللہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جب اس آیت کا مفہوم کسی کے سامنے آئے گا تو اسے اپنی عملی زندگی کی روشنی میں اچھی طرح معلوم ہوجائے گا کہ اس آیت کے کس حصہ میں اس کا ذکر ہے یعنی وہ اس کے مطالبات کو کہاں تک پورا کررہا ہے۔

اسی طرح سورہ حجرات (آیات نمبر ۱۱-۱۲) میں اللہ کی یہ ہدایات ملتی ہیں: کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی پر عیب نہ لگاؤ، کسی کو برے لقب سے نہ یاد کرو، بہت زیادہ قیاس آرائیوں سے پرہیز کرو، کسی کی ٹوہ میں نہ لگے رہو اور کسی کی غیبت نہ کرو۔ جب یہ ہدایات کسی کی نظر سے گذریں گی تو اسے یہ اندازہ کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے جن اخلاقی خرابیوں و برائیوں سے منع فرمایا ہے ان میں سے کن سے وہ پاک ہے اور کن سے وہ بچ نہیں سکا ہے۔ اسی طریقہ سے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مال وزر کے حصول، ان کے استعمال وخرچ اور لین دین کے معاملات سے متعلق یہ احکام ملتے ہیں: ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ (بقرہ ۲/۱۸۸)، حلال و پاک چیزیں کھاؤ (بقرہ ۲/۱۶۸)، مال و دولت کے حصول میں ناجائز ذرائع سے اجتناب کرو (البقرہ ۲/۲۷۵، المائدہ ۵/۹۰)، مال و دولت ملنے پر نہ اتراؤ (الحدید ۵۷/۲۳)، اپنے مال و دولت میں سے اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر ومحرومین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حقوق ادا کرو (بنی اسرائیل ۱۷/۲۶، الذاریات ۵۱/۱۹)، سائل کو نہ جھڑکو یعنی اس کی عزت نفس کا خیال رکھو (الضحیٰ ۹۳/۱۰)، تنگ دست مقروض کو قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت دو (البقرہ ۲/۲۸۰)، نیک کام کے لیے مال خرچ کرنے میں مسابقت کرو، اس میں تاخیر سے کام نہ لو (البقرہ ۲/۱۹۵، المنافقون ۶۳/۱۰، التغابن ۶۴/۱۶)، صدقہ و خیرات کر کے احسان نہ جتاؤ اور نہ ستاؤ (البقرہ ۲/۲۶۳-۲۶۴)، مال خرچ کرنے میں ریا و نمود سے پرہیز کرو (البقرہ ۲/۲۶۴، النساء ۴/۳۸)، بخل و فضول خرچی سے اپنے کو دور رکھو (الاعراف ۷/۳۱، بنی اسرائیل ۱۷/۲۶-۲۷، ۲۹)، امانتیں اہل امانت کے حوالہ کردو (النساء ۴/۵۸، الانفال ۸/۲۷)، ٹھیک ٹھیک اور انصاف کے ساتھ ناپو تولو (الانعام ۶/۱۵۲، بنی اسرائیل ۱۷/۳۵، الرحمٰن ۵۵/۹)، لین دین یا مالی معاملات میں جو وعدہ یا قول و قرار کرو اسے پورا کرو (المائدہ ۵/۱، بنی اسرائیل ۱۷/۳۴)۔ جب بھی یہ احکامِ الٰہی کسی کے سامنے آئیں گے تو اسے اپنے بارے میں بڑی آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ مالی معاملات میں اس کا ریکارڈ کتنا صاف ہے اور یہ کہ ان میں سے کس کس حکم پر عمل کا حق وہ ادا کر رہا ہے۔

قرآن نے مختلف مقامات پر مومنین صادقین یا عاملین بالقرآن کے کردار و اخلاق کی تصویر کشی کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ ایمان و یقین پر جمے رہتے ہیں، اللہ کی عبادت میں مخلص و سنجیدہ ہوتے ہیں اور انسانی حقوق کی پاسبانی اور بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں۔ سورہ الفرقان کے آخر میں اللہ کے ان محبوب بندوں کے خصائص بیان کیے گئے ہیں۔ متعلقہ آیات کا ترجمہ یہ ہے:

> ''اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل یا بدتہذیب ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں تم کو سلام اور جو اپنے رب کے حضور سجدے و قیام یعنی اس کی عبادت میں راتیں گذارتے ہیں اور جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے، اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے۔ وہ بڑا ہی برا ٹھکانا اور مقام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قایم رہتا ہے اور جو اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں پکارتے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ کام جو کوئی کرے گا وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا ...... اور (رحمان کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گذر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گذر جاتے ہیں، جنھیں اگر ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر وہ اندھے بہرے بن کر نہیں رہ جاتے (بلکہ ان کا اثر قبول کرتے ہیں) اور وہ دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ 'اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام (یعنی نیکیوں کا پیشوا) بنا'' (الفرقان ۲۵/۶۳-۶۸، ۷۲-۷۴)۔

جب بھی کوئی شخص ان آیات کو سمجھ کر پڑھے گا تو اسے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ ان آیات میں کہاں کہاں اس کا ذکر ہے یعنی ان میں بیان کیے گئے کن کن اوصاف پر وہ پورا اتر رہا ہے اور کن آیات میں اس کا ذکر نہیں ملتا یعنی اللہ کے محبوب بندوں کے کن اوصاف سے اس کی ذات عاری ہے قرآن میں اپنا ذکر تلاش کرنا یا اس طرح کا جائزہ لینا ہر شخص کو اپنے بارے میں احتساب کا موقع عنایت کرے گا جو لازمی طور پر اس کے کردار و اخلاق کو سنوارنے میں مدد دے گا۔ سورہ انبیاء کی مذکورہ بالا آیت (نمبر ۱۰) کے حوالہ سے قرآن کریم کی کتاب ذکر ہونے کی حیثیت سے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بجا فرمایا ہے:

''ہمارے اسلاف اپنے اخلاق و اوصاف اور اپنے اندرون کو بخوبی جانتے تھے، ہر چیز ان کے سامنے روشن وعیاں ہوتی تھی، وہ اسی قرآن سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ ایسی عجیب وغریب کتاب میں اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چہرے ڈھونڈتے اور اپنے اخلاق و اطوار کی سچی اور صحیح تصویر تلاش کرتے تھے اور بہت آسانی سے خود کو اس کتاب میں پا جاتے تھے اور پہچان لیتے تھے۔ اگر ذکرِ خیر ہوتا تو خدا کا شکر ادا کرتے اور کچھ اور ہوتا تو استغفار کرتے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتے تھے''۔ا

قرآن کریم سے خود تذکیر حاصل کرنا اور دوسروں کو اس کی نصیحت، ہدایات و تعلیمات یاد دلانا ہر حال میں نفع بخش ہے جیسا کہ خود قرآن میں اس کی تاکید ملتی ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذاریات ۵۱/۵۵)	اور یاد دہانی کرتے رہو بے شک یاد دہانی کرنا مومنین کو نفع بخشتا ہے۔

قرآن کریم کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ یہ سراپا کتابِ رحمت ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں اللہ تعالٰی کی جانب سے نزول قرآن کے ضمن میں اس کی صفات رحمٰن و رحیم استعمال کی گئی ہیں، اس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ رب العزت کی ان دونوں صفات کا مظہر ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیات ملاحظہ ہوں:

تَنزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (حٰم السجدہ ۴۰/۱-۲)	یہ خدائے رحمان ورحیم کی طرف سے نازل کردہ (کتاب) ہے۔
يٰسٓ. وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ. إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. تَنزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (یٰس ۳۶/۱-۴)	یٰس۔ شاہد ہے یہ پُرحکمت کتاب کہ تم رسولوں میں سے ہو، ایک نہایت سیدھی راہ پر جس کو نہایت اہتمام سے نازل فرمایا ہے خدائے عزیز و رحیم نے۔
تَنزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى. اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ ۲۰/۴-۵)	نازل کردہ اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا ہے زمین اور بلند آسمانوں کو جو رحمٰن ہے (کائنات کے) تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورہ رحمٰن اللہ رب العزت کے انعامات و احسانات کی دل نشیں تشریح و ترجمانی کے لیے مشہور ہے۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی نعمتیں بار بار یاد دلائی ہیں۔ ان میں وہ نعمتیں شامل ہیں جو انسان کو دنیا میں ملی ہوئی ہیں اور جن سے وہ رات دن فائدہ اٹھاتا رہتا ہے اور وہ بھی جو اسے آخرت میں نصیب ہونے والی ہیں۔ یہ تمام نعمتیں جیسا کہ اس سورہ کے نام سے واضح ہے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے مظاہر ہیں۔ خاص قابل توجہ بات یہ ہے کہ سورہ کے بالکل شروع میں اس صفت کے اولین مظہر کے طور پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کو قرآن کا علم عطا کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

الرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْآنَ — خدائے رحمان نے قرآن کا علم عطا کیا۔

(الرحمٰن ۵۵/۱-۲)

علم قرآن عطا کیے جانے کے ضمن میں اللہ کی صفت ''رحمٰن'' کے ذکر سے اس حقیقت کی جانب متوجہ کرنا ہے کہ اس کی رحمت بے پایاں اس بات کی مقتضی ہوئی کہ سراپا کتابِ رحمت یعنی قرآن نازل کیا جائے اور انسان کو اس کا علم مرحمت کیا جائے تاکہ وہ اس سے فیض یاب ہو کر اللہ کی خصوصی رحمت کا مستحق بن جائے۔

ان سب کے علاوہ قرآن کی متعدد آیات میں واضح طور پر اس کتاب کو موجبِ رحمت قرار دیا گیا ہے۔ خاص طور سے ان لوگوں کے لیے جو اس کے پیغام کو قبول کرنے والے ہیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن نے ان خوش نصیب بندوں کے لیے مومنین، مسلمین و محسنین کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (العنکبوت ۲۹/۵۱)

کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل ۱۶/۸۹)

اور ہم نے یہ کتاب جو تم پر نازل کی ہے ہر چیز کی وضاحت کے لیے اور وہ ہدایت و رحمت اور بشارت ہے اہل اسلام کے لیے۔

الم. تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيْمِ. هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ

(لقمان ۳۱/۱-۳)

الم- یہ پر حکمت کتاب کی آیات ہیں، ہدایت و رحمت ہیں نیکوکاروں کے لیے۔

ان آیات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن پر ایمان لانا، اس کی حقانیت و صداقت کو دل میں جاگزیں کرنا اور اس کی ہدایت کے مطابق نیک کام انجام دینا خیر و برکت اور رحمت کا باعث بنتا ہے۔

قرآن مجید اس اعتبار سے بھی باعثِ رحمت ہے کہ یہ کتاب انسان کو صراط مستقیم یا سیدھی راہ دکھانے والی ہے جو نجات کی راہ ہے، کامیابی کی راہ ہے۔ یہی راہ دکھانے کے لیے گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اور آخری نبی حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی اور اسی کی وضاحت کے لیے قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اہل ایمان روزانہ متعدد بار جس صراطِ مستقیم کی ہدایت طلب کرتے ہیں پورا قرآن اسی کی تشریح و ترجمانی سے عبارت ہے۔ عقاید، عبادات، اخلاقیات و معاملات کون سا ایسا پہلو ہے جسے قرآن میں واضح نہ کیا گیا ہو، مذہبی، سماجی، معاشی و سیاسی زندگی میں اہلِ ایمان سے کیا مطلوب ہے اس بابت بھرپور رہنمائی قرآن کریم سے ملتی ہے۔ انسان کے لیے اس سے بڑھ کر خیر و رحمت کی بات اور کیا ہوگی کہ وہ سیدھی راہ پالے اور اسے اس پر چلنا نصیب ہو جائے۔ اوپر سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت (نمبر ۹) کے حوالہ سے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ اس کتاب عزیز کا امتیازی وصف سیدھی راہ دکھانا ہے۔ ایک دوسری آیت سے بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اسی کتاب کے ذریعہ صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتے تھے۔ ارشاد الٰہی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَا كُنتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِن جَعَلْنَاهُ نُوراً نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِیْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْأُمُوْرُ (الشوریٰ ۴۲/۵۲-۵۳)

تمھیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر اس کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں یقیناً تم (اس کتاب کے ذریعہ) سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر رہے ہو اس خدا کے راستہ کی طرف جو زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ خبردار رہو سارے معاملات اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جاتے ہیں۔

ظاہر ہے اُس کتاب کے کتابِ رحمت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے جس کے توسط سے صراط مستقیم پر چلنا آسان ہو جائے۔

قرآن کا باعثِ رحمت ہونا اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ اس میں دلوں کے امراض کے لیے شفا ہے، سورہ یونس کی ایک آیت (نمبر ۵۷) اوپر ذکر کی جا چکی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصیحت ہے، اس میں دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور یہ مومنین کے لیے باعث رحمت ہے۔ اسی مضمون کی آیت سورہ بنی اسرائیل میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل ۱۷/۸۲)

اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ شفاء و رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ان دونوں آیتوں میں شفاء کے ساتھ ساتھ رحمت کا لفظ بھی آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں (شفاء و رحمت) میں بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ چاہے ظاہری بیماری ہو یا باطنی مرض اس سے نجات سکون و آرام اور راحت کا باعث بنتا ہے۔ دوسرے یہ بھی حقیقت ہے کہ ظاہری امراض کے مقابلہ میں باطنی امراض زیادہ مہلک ثابت ہوتے ہیں اس لیے کہ یہ اس زندگی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے تباہ کن بنتے ہیں جو ہمیشہ ہمیش کی زندگی ہے اور مزید یہ کہ یہ اعمال صالحہ کے لیے سمِ قاتل ثابت ہوتے ہیں جب کہ انہی اعمال پر ابدی سکون و آرام کا انحصار ہے۔ ان باطنی امراض میں نفاق، کبر و غرور، حب مال و جاہ، خود ستائی و بیجا خوش فہمی، بدگمانی و غیبت، بغض وحسد اور مکاری و دغا بازی کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم ان بیماریوں کا بہترین علاج فراہم کرتا ہے اور ان سے حفاظت کے لیے احتیاطی تدابیر بتاتا ہے۔ قرآن کی مختلف سورتوں بالخصوص سورہ لقمان و حجرات میں ان اخلاقی خرابیوں اور اندرونی بیماریوں کے خطرات واضح کر کے ان سے دور رہنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورہ حجرات کی آیات ۱۱-۱۲ ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ دوسری جانب قرآن تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے ذریعہ انسان کے اندر ایسی صفات پیدا کرتا ہے جو اخلاقی برائیوں اور اندرونی بیماریوں کے لیے سد باب بن جاتی ہیں اور دلوں کو منفی رجحانات و باطنی آلائشوں سے پاک کر کے انھیں صحت مند خیالات اور پاکیزہ جذبات کی آماجگاہ بنا دیتا ہے۔ اس ضمن میں صدق و اخلاص، احسان و ایثار، تواضع و انکسار، اخوت و ہمدردی، نرم روی و بردباری، عفو و درگذر اور عدل و انصاف سے متعلق قرآنی تعلیمات و ہدایات بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ تیسرے قرآن نے تقویٰ کی صفت پیدا کرنے پر بہت زور دیا ہے اور اس وصف کے برکات و اثرات بار بار واضح کیے ہیں۔ اس وصف کے نشو و نما کے بعد دل خود بخود بہت سی اندرونی آلائشوں اور باطنی امراض سے پاک ہو جاتا ہے اور ایسی اعلیٰ صفات کا مسکن بن جاتا ہے جو خود اس کے لیے اور دوسروں کے لیے بھی راحت و رحمت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

قرآن کریم کے اس وصف (کتابِ رحمت ہونے) کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک جگہ اس کے نزول کی خبر دینے کے بعد یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اس میں اللہ کا فضل و کرم اور اس کی بڑی رحمت ہے۔ یہ اتنی قیمتی نعمت ہے کہ اس کے نصیب ہونے پر لوگوں کو خوب خوش ہو جانا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ اُس دولت سے بدرجہا بہتر ہے جسے وہ انتہائی محنت و مشقت سے جمع کرتے ہیں۔ قرآن کے نصیحت کے طور پر نزول کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (یونس ۱۰/۵۸)

کہہ دیجیے کہ تو چاہئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (نصیب ہونے) پر وہ خوش ہو جائیں یہ قرآن کی دولت اس سے بہتر ہے جو (دنیا کے ساز و سامان) لوگ جمع کر رہے ہیں۔

قرآن کریم کے بارے میں یہ اوپر واضح کیا گیا کہ یہ کتابِ ہدایت ہے، یہ حق و باطل میں امتیاز کے لیے ایک کسوٹی ہے، اس میں نصیحت و یاددہانی ہے یہ لوگوں کے لیے موجبِ رحمت ہے۔ ان سب کے علاوہ اس کا ایک بہت ہی اہم پہلو یہ ہے کہ یہ کتابِ عمل ہے، یعنی اس کا مقام و مرتبہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اس کتابِ مبارک کا فیض صحیح معنوں میں اس وقت حاصل ہوگا جب اس کے معنی و مفہوم کو سمجھا جائے اور اس کی ہدایات کو روزمرہ زندگی میں اختیار کیا جائے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے امتیازات و خصائص واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پیروی کا حکم دیا ہے اور اس کے احکام بجالانے کی تاکید کی ہے بعض آیات میں یہ حکم رسول اکرم ﷺ کے توسط سے پوری امت کو دیا گیا ہے اور بہت سی آیات میں عام انداز میں قرآن کی اتباع کی ہدایت دی گئی ہے۔ کچھ متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں:

اتَّبِعْ مَا أُوحِیَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ (الانعام ۶/۱۰۶)

(اے نبیؐ) اس وحی کی پیروی کیجئے جو تم پر تمھارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا یُوحَی إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ إِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِیرًا (الاحزاب ۳۳/۲)

اور پیروی کرو اس چیز کی جو تمھاری طرف وحی کی جارہی ہے اللہ ہر اس بات سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔

فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْ أُوحِیَ إِلَیْکَ (الزخرف ۴۳/۴۳)

پس اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو تمھاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء (الاعراف ۷/۳)

لوگو جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تمھارے لیے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم (الزمر ۳۹/۵۵)

اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

قرآن میں متعدد مقامات پر (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) اس کتاب کو کتابِ رحمت کہا گیا ہے۔ لیکن قرآن ہی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس کی رحمتِ خاصہ کے مستحق اصلاً وہی لوگ ہوں گے جو اس پر عمل کو اپنا شیوہ بنانے والے ہیں اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں داخل کرنے والے ہیں۔ دراصل نزولِ قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے اور اس کے سانچہ میں زندگی کو ڈھالا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَهَـذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الانعام ۶/۱۵۵)

اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے سراپا خیر و برکت ہے تو اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن مجید کا کتابِ عمل ہونا اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس میں بار بار نیک عمل و نیکی کمانے کی ترغیب دی گئی ہے اور اہلِ ایمان کو اس پر ابھارا گیا ہے کہ وہ نیکی کی راہ میں سرگرداں رہیں، اسی کو اپنی دوڑ بھاگ کا اصل میدان بنائیں اور اسی میں مسابقت یا ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے لیے کوشش کریں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُواْ الْخَيْرَاتِ (البقرہ ۲/۱۴۸)

ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے وہ اسی کی طرف رخ کرنے والا ہے تو تم نیکیوں کی راہ میں سبقت کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے اہل ایمان کے امتیازی اوصاف میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ نیکیاں کمانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

أُولَـئِكَ يُسَـارِعُونَ فِـي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ (المومنون۲۳/۶۱)	یہی لوگ نیکیوں کی طرف دوڑنے والے اور اسے پالینے والے ہیں۔

قرآن کی نگاہ میں اللہ کی بندگی بجالانا اور نیکی کمانا کامیابی کی ضمانت دیتا ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الحج ۲۲/۷۷)	اور اپنے رب کی بندگی کرتے رہو اور نیکی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قرآن میں اس شخص کے قول کو بہترین قول قرار دیا گیا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط رکھی ہے کہ وہ خود نیک عمل کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قول کی عمدگی و بہتری اور دعوتِ دین کی تاثیر اس پر موقوف ہے کہ اس کے پیچھے حسنِ عمل کی قوت ہو۔ اس آیت سے یہی نکتہ سامنے آتا ہے۔

وَمَـنْ أَحْسَـنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَـمِلَ صَـالِحـاً وَقَـالَ إِنَّنِـي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (حم السجدہ ۴۰/۳۳)	اور اس شخص کی بات سے اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

اس آیت سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کی نظر میں عمل کی کتنی اہمیت ہے، دوسرے اس حقیقت کا بھی ادراک کیا جا سکتا ہے کہ قول وعمل میں مطابقت اللہ کی نگاہ میں کس قدر پسندیدہ طرز عمل ہے اور ہر مومن سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اس صفت سے متصف ہو جائے، دوسری جانب قول وعمل میں عدم مطابقت کس قدر ناپسندیدہ اور اللہ کو ناراض کرنے والی روش ہے وہ اس آیت سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف ۶۱/۳)	اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔

قرآن کریم نے اس نقطۂ نظر سے بھی انسان کو عمل کی دعوت دی ہے اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نیک عمل کی تحریک پیدا کی ہے کہ بزم جہاں کو آراستہ کرنے اور انسان کو پیدا کیے جانے کا خاص مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا امتحان لیا جائے کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس امتحان کے نتیجہ پر اس کی اصل کامیابی و ناکامی منحصر ہے۔ اس لیے اس کے لیے خیر اسی میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو نیک عمل کا خوگر بنائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (الملک ۶۷/۲)

وہی ہے جس نے موت و زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْأَرْضِ زِیْنَۃً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَیُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (الکہف ۱۸/۷)

روئے زمین پر جو کچھ ہے اسے ہم نے زمین کے لیے زینت بنایا تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔

وَالْعَصْرِ. إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ. إِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر ۱۰۳/۱-۳)

زمانہ شاہد ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں نیک عمل کی تاکید و ترغیب سے متعلق سینکڑوں آیات ملتی ہیں، ان میں خاص طور سے یہ نکات واضح کیے گئے ہیں:

۱- نیک عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور برے اعمال سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔

۲- اللہ رب العزت کا پختہ وعدہ ہے کہ وہ نیک عمل کرنے والے اہل ایمان کو مغفرت، اجر عظیم، کامیابی و جنت نصیب کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- وہ مومنین جو نیک عمل کرتے ہیں انھیں یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ وہ دونوں جہاں میں خوشگوار زندگی، حسن انجام، ابدی سکون و آرام اور جنت میں طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔

۴- وہ لوگ جو برے عمل کرتے ہیں وہ اس کے وبال سے دوچار ہوں گے یا وہ لوگ جن کی ساری تگ و دو اس دنیوی زندگی کی تعمیر و ترقی تک محدود رہتی ہے اور وہ اخروی زندگی کی فکر سے خالی رہتے ہیں وہ خسارے میں ہوں گے۔

۵- انسان جو کچھ عمل کرتا ہے وہ اللہ کے سامنے ہے اور وہ اس کے ہر چھوٹے بڑے عمل سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۶- انسان کو دوبارہ زندہ کیے جانے، قیامت برپا کرنے اور حساب و کتاب کا نظام قایم کرنے کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ اسے ان اعمال کی خبر دی جائے جنھیں وہ دنیا میں کرتا رہا ہے اور اس کے عمل کے مطابق اسے اچھا یا برا بدلہ دیا جائے۔

۷- اللہ رب العزت کسی نیک عمل کرنے والے کا اجر ضایع نہیں کرتا۔

ان مضامین سے متعلق قرآنی آیات کی تشریح و ترجمانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب میں مختلف انداز میں نیک عمل انجام دینے کی ترغیب دی گئی ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ قرآن پر عمل زندگی کے ہر شعبہ میں مطلوب ہے۔ یہ کتاب اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اس کی ہدایات و تعلیمات پر جزوی نہیں بلکہ کلی طور پر عمل کیا جائے۔ بالفاظ دیگر زندگی کے بعض معاملات میں قرآنی ہدایات پر عمل کیا جائے اور دوسرے امور میں انھیں نظر انداز کر دیا جائے یہ نہ تو مومنانہ طرزِ عمل ہے اور نہ قرآن کا مطلوبہ رویہ ہے۔ قرآن تو یہ چاہتا ہے کہ مومن فکری و عملی دونوں طور پر پوری طرح قرآن کے سانچہ میں ڈھل جائے۔ یہ آیت اسی حقیقت کی ترجمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ ۲/۲۰۸)	اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے حوالہ سے قرآن کے مطلوبہ رویہ کی بہترین ترجمانی ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے اس تبصرہ میں ملتی ہے:

''انسانی زندگی کے بارے میں قرآن کریم کا یہ رویہ ہے کہ وہ ایک ناقابل تقسیم مکمل وحدت ہے، چنانچہ عملی زندگی ہو یا فکری اسے مکمل طور پر خدا کے حوالہ کرنا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ مثلاً انسان کی انفرادی و ذاتی زندگی میں تو رب العالمین کی فرماں روائی ہو اور اجتماعی و سیاسی، معاشی زندگی سے رب العالمین کو بے دخل کر کے کچھ دوسرے فلسفوں، نظریوں اور افکار کے حوالہ کر دیا جائے''۲۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کی رو سے روزمرہ زندگی میں اپنی من چاہی یا Pick and choose کی بات نہیں چل سکتی بلکہ فرمانِ خداوندی کے سامنے مکمل سپردگی مطلوب ہے۔ یہ کتابِ ہدایت عملی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی کے تقاضے پورا کرنے کا مطالبہ کرتی ہے اور اسی کو دین حق کی بہترین تعبیر اور ملت ابراہیمی کی کامل پیروی کا نام دیتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ واتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَاتَّخَذَ اللّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً

(النساء ۴/۱۲۵)

اور اس شخص سے بہتر اور کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کی اس ابراہیم کے طریقہ کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا۔

آخر میں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے قرآنی تعلیمات و ہدایات پر پوری طرح عمل کر کے امت کو یہ دکھا دیا کہ قرآن کتابِ عمل ہے اس پر عمل کے بغیر اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی قرآن کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اپنے قول و عمل سے قرآنی آیات کی تشریح و توضیح فرمانا آپ ﷺ کے پیغمبرانہ مشن کا ایک اہم حصہ تھا۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ قرآنی ہدایات و تعلیمات کا پرتو تھی۔ یہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسے لوگوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا اور اخروی کامیابی کے لیے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت کو بھی لازمی بتایا۔ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۳/۲۱)

یقیناً تم سب کے لیے رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (آل عمران ۳/۱۳۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً (الاحزاب ۳۳/۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

نبی کریم ﷺ کے عمل بالقرآن کی مزید شہادت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس مشہور قول سے ملتی ہے: فان خلق نبی اللہ ﷺ کان القرآن [۳]۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے اخلاق قرآن کا مجسم نمونہ تھے۔ آپ ﷺ کے زیر تربیت صحابہ کرامؓ کی عملی زندگی پروان چڑھی تو انھوں نے بھی عمل بالقرآن کی شاندار مثالیں پیش کیں۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب بھی قرآنی آیات نازل ہوتیں اور ان میں کسی نئے حکم یا ہدایت کا ذکر ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ سے اس کا مطلب ومنشا معلوم کرتے اور پھر اس پر عمل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ عمل بالقرآن میں ان کے وفورِ شوق و انہماک کی مثالوں سے ان کی زندگی کے واقعات بھرے پڑے ہیں یہاں صرف ایک دو واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے:

سورہ آل عمران کی یہ آیت جب نازل ہوئی:

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران ۳/۹۲)

تم لوگ اس وقت تک نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی محبوب ترین چیز کو [اللہ کی راہ میں] خرچ نہ کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو بہت سے صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول فلاں مال مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ انہی میں حضرت ابوطلحہ انصاریؓ بھی تھے جنھوں نے بیرحا کا باغ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ چنانچہ انھوں نے اسی کے مطابق اپنے چچیرے بھائیوں اور دیگر اعزہ میں تقسیم کر دیا۴۔

اسی طرح جب یہ آیت نازل ہوئی:

مَّن ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِیْرَةً	کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ اللہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے۔

(البقرہ ۲/۲۴۵)

تو حضرت ابو دحداحؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض طلب کر رہا ہے (یعنی اپنی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دے رہا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ انھوں نے کہا کہ اے رسول اللہ دستِ مبارک بڑھایئے میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دے دیا ہے۔ یہ بہت بڑا باغ تھا جس میں کھجور کے تقریباً چھ سو درخت تھے اور اسی میں ان کے اہل وعیال بھی رہتے تھے۔ اس کے فوراً بعد باغ کے کنارہ پر کھڑے ہو کر حضرت ابو دحداحؓ نے اپنی بیوی کو آواز دیا کہ ام دحداح باہر نکل آؤ میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۵۔

علم کو عمل سے جو تازگی وقوت نصیب ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، علمِ قرآن پر بھی یہ بات صادق آتی ہے۔ اس کی ایک دل نشیں وضاحت ایک حدیث سے ملتی ہے۔ حضرت زیادؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک (خوفناک) چیز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ایسا اس حالت میں ہوگا کہ علم دین مٹ جائے گا، اس پر حضرت زیادؒ نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا علم دین کیوں کر مٹ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور پھر ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی (یعنی یہ سلسلہ چلتا رہے گا)۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے زیاد میں تمھیں مدینہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں میں سب سے زیادہ سوجھ بوجھ والا سمجھتا تھا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ تورات وانجیل کی کتنی تلاوت کرتے ہیں لیکن ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے[۲]۔ اس حدیث سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ علم قرآن کا بقا وتحفظ اصلاً اس پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے قرآن سے نصیحت حاصل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا آسان بنادیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی نصیحت سے فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا جب اس پر عمل کیا جائے گا۔ سورہ قمر کی یہ آیت (جو بار بار دہرائی گئی ہے) تذکیر وعمل دونوں کی دعوت دے رہی ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القمر ۵۴/۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

اور ہم نے قرآن کو نصیحت (حاصل کرنے) کے لیے آسان بنادیا ہے کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عقاید وعبادات، خانگی زندگی، سماجی تعلقات و مالی معاملات سے متعلق قرآن کی جو اصولی ہدایات ہیں ان میں ذرا بھی پیچیدگی و ابہام نہیں۔ انھیں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے اور شکر خدا کہ اس کے لیے مختلف ذرائع مہیا ہیں۔ دوسرے یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی چیز کی طلب صادق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہیں ہموار کر دیتا ہے۔

اوپر آیات کے حوالہ سے قرآن کریم کے تعارف کی نسبت سے جو مباحث سامنے آئے یہ اس کے چند اہم پہلو تھے۔ حقیقت یہ کہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے یہ کتاب اتنی ارفع واعلیٰ ہے، مضامین کے لحاظ سے اتنی جامع ہے اور اس کے امتیازات و خصائص اتنے کثیر ومتنوع ہیں کہ ایک مضمون میں کیا کتابوں کے انبار لگ جائیں تب بھی اس کے تعارف کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ بس مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے جو انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتی ہے، یہ حق و باطل میں تفریق کرنے والی کتاب ہے، اس میں لوگوں کے لیے بڑی قیمتی نصیحتیں اور بھلائی کی باتیں ہیں، یہ انسان کو بار بار اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق یاد دلانے والی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ ایک صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے کردار و اعمال کی تصویر دیکھ سکتا ہے۔ یہ کتاب سب کے لیے بالخصوص اس کے پیغام کو قبول کرنے والوں کے لیے موجبِ رحمت ہے، اس کے علم کی اشاعت وجہِ سعادت ہے اور اس کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کرنا ذریعہ نجات و فلاح ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے قرآن کریم بلاشبہ اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت ہے جو رحمۃ للعالمین و ختم المرسلین حضور اکرم ﷺ کے توسط سے انسان کو مرحمت ہوئی۔ اس کی قدردانی کا تقاضا یہی ہے کہ زندگی کے ہر مرحلہ میں اس کو رہنما بنایا جائے، ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی میں درپیش مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ اللہ کرے ہمیں اس کی توفیق نصیب ہو اور ہم سب اس کتابِ عزیز کے سچے عاشق اور مخلص خادم بن جائیں۔ اللھم وفقنا بما تحبّ و ترضیٰ

حواشی و مراجع

۱۔ سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، **قرآنی افادات** [جمع و ترتیب: ر-حقانی ندوی]، محمد الحسنی ٹرسٹ، رائے بریلی، ۲۰۰۰ء، ص ۵۶۲۔

۲۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، **کتاب الٰہی کے پانچ مطالبات**، حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۶۰۔

۳۔ صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب الدلیل علی ان الوتر ثلاث رکعات موصولۃ بسلام واحدہ۔

۴۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ علی الاقارب۔

۵۔ سلیمان الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ (بدون تاریخ)، ۲۲/۳۰۱، حدیث نمبر ۷۶۴۔

۶۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب ذھاب القرآن۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

قرآن کا تصورِ احسان

اللہ رب العزت کے فضل و کرم کی انتہا نہیں، بندوں پر اللہ کے احسانات حد و شمار سے باہر ہیں۔ صبح سے شام تک انسان اس کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔ زندگی کا کوئی لمحہ اس کی رحمت سے فیض یابی کے بغیر نہیں گذرتا، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اپنے احسانات و انعامات بار بار یاد دلائے ہیں۔ اس سے ایک مقصد تو یہ ہے کہ بندہ انھیں یاد کر کے شکر کے جذبہ سے لبریز ہو جائے، دوسرے اس کے اندر یہ احساس بیدار ہو جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پر بے شمار انعامات فرمائے ہیں اور ہر لمحہ وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بھی اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور نیک برتاؤ سے پیش آئے اور حسبِ استطاعت انھیں مالی تعاون بھی دے۔ قرآن کریم کی اس آیت سے یہی سبق ملتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ. (القصص ۲۸/۷۷) اور احسان کرو (لوگوں کے ساتھ) جیسا کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔

قرآن کریم میں لفظ احسان اور اس کے مشتقات متعدد آیات میں استعمال ہوئے ہیں۔ ان کے محلِ استعمال پر غور کرنے سے اس کے جو چند معانی سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) اللہ رب العزت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا۔

(۲) عمل صالح خالص اللہ کی رضا کے لیے انجام دینا یا عبادات و دوسرے معاملات میں خلوص نیت سے کام لینا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) کسی کام کو خوش اسلوبی یا اچھے طریقہ سے انجام دینا۔

(۴) لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا۔

(۵) ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا۔

ذیل میں اسی سیاق میں متعلقہ آیات کی تشریح وترجمانی مقصود ہے۔

انسان کے اللہ کا بندہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کی مرضی کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دے، اس کی اطاعت وفرماں برداری میں اپنا سر تسلیم خم کردے اور اس کی عبادت و بندگی کو اپنا فریضہ سمجھے، اس کی ایک بہترین مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ میں ملتی ہے۔ خواب میں اشارہ کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی رضا کی خاطر اپنے محبوب فرزند کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور اسے عملی جامہ پہنانا چاہا تو اللہ نے فرمایا:

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ (الصافات ۳۷/۱۰۵)

تونے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی جزا دیتے ہیں۔

یعنی تو نے میری مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اطاعت وفرماں برداری کا مثالی نمونہ پیش کر دیا تو اب میرے محسن بندوں میں سے ہوگیا اور ہم محسنین کو ایسا ہی اجر عطا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بلند مقام سے مشرف فرمایا وہ بخوبی معروف ہے۔ وہ خلیل اللہ کے لقب سے نوازے گئے۔ بیٹے کی قربانی کے لیے وہ جس طرح بلا چوں چرا تیار ہوگئے اللہ نے اس واقعہ کو رہتی دنیا تک کے لیے ایک عظیم الشان یادگار قرار دے دیا اور ہر سال حج کے موقع پر قربانی کو مشروع قرار دے کر اسے ایک مستقل سنت ابراہیمی کا شرف عطا کیا اور سب سے اہم بات یہ کہ سب سے بڑی آزمائش میں کامیابی پر اپنی محبوبیت کے مقام سے سرفراز فرمایا۔ گویا اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز کو قربان کر دینے کو تیار ہو جانا احسان کی مثالی تعبیر ہے جو اللہ کی نگاہ میں انتہائی پسندیدہ ہے۔

اللہ کی عبادت، بندگی و اطاعت کا اصل مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب بندہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نیت خالص ہو، اس میں ریا و نمود کا شائبہ نہ ہو، صرف اللہ کی رضا مقصود ہو، احسان میں یہ کیفیت بھی شامل ہے۔ قرآن میں جن لوگوں کے لیے ''محسن'' یا ''محسنین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی مرضی کو اللہ کے تابع بنانے والے ہیں اور عبادت یا نیک عمل خالصۃً اللہ کے لیے کرنے والے ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

بَلٰی مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ. (البقرہ ۲/۱۱۲)

حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور وہ اس کے لیے اچھی طرح عمل کرنے والا ہو اس کے لیے اپنے رب کے پاس اجر ہے ان کے لیے نہ تو خوف ہے اور نہ رنج۔

قرآن نے اسی طرز عمل کو بہترین دین قرار دیا ہے اور اسی کو ملت ابراہیمی کی پیروی سے موسوم کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ واتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً. (النساء ۴/۱۲۵)

اور اس شخص سے بڑھ کر کس کا طریقہ زندگی ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور نیک روش اختیار کی اور یکسو ہوکر ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کی اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنالیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سپردگی اور اس کی اطاعت کافی نہیں ہے جب تک اس میں احسان کا پہلو نہ ہو یعنی وہ اچھے طریقہ سے اور خالصتاً اللہ کے لیے نہ کی گئی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جس نے ظاہری و باطنی دونوں طور پر یہ خصوصیات پیدا کرلیں اسے ایک ایسا مضبوط سہارا مل گیا جو ٹوٹنے والا نہیں ہے، اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ سہارا اللہ کا سہارا ہے جس کے بارے میں قرآن کے الفاظ یہ ہیں:

فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ مَوْلاَكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ. (الانفال ۸/۴۰)

جان لو کہ اللہ تمھارا سرپرست ہے اور وہ بہترین حامی اور مددگار ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گویا صفت احسان کی ایک تاثیر یہ ہے کہ بندہ کا اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے، اسے نصرتِ خداوندی نصیب ہوتی ہے اور اس کا آخری انجام بہتر سے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ. (لقمان ۳۱/۲۲)

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کردے اور وہ احسان سے کام لینے والا ہو اس نے فی الواقع ایک بھروسہ کے قابل سہارا تھام لیا اور سارے معاملات کا آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

رہی یہ حقیقت کہ احسان سے عبادت میں اخلاص اور عمل میں للّٰہیت مراد ہے حدیث جبرئیل سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا احسان کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت و بندگی تم اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، گرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو پر وہ تم کو دیکھتا ہے، اس احساس کے پیدا ہونے کا لازمی نتیجہ خشوع وخضوع اور اخلاص ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حدیث جبرئیل میں احسان کی جو تعریف کی گئی ہے وہ نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی روشنی میں اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ نماز کی مقبولیت اور اس پر اجر عظیم کا مستحق ہونے کے لیے خشوع وخضوع اور اخلاص ضروری ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کیفیت کو صرف نماز کے ساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جملہ عبادات اور اعمال صالحہ میں یہی کیفیت مطلوب ہے، اس لیے کہ خلوص نیت ہی پر ہر عمل کی مقبولیت منحصر ہے۔ عبادت یا نیک عمل کی بجا آوری کے وقت یہ احساس بندہ مومن کا خاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ و ہر وقت حاضر و ناظر ہے اور وہ اس کی ہر حرکت وعمل کو دیکھ رہا ہے، یہی احساس عبادت یا بندگی بجالانے میں خشوع وخضوع کی ایک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے جو اسے اخلاص کے سانچہ میں ڈھال دیتا ہے، حدیث جبرئیل کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے بجا تبصرہ فرمایا ہے کہ اس میں احسان کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ہر عبادت کی بجا آوری و ہر حکم الٰہی کی تعمیل سے ہے، خود ان کے اپنے الفاظ میں:

''حدیث میں تو "تعبد" کا لفظ ہے جس کے معنی مطلق عبادت اور بندگی کے ہیں، لہٰذا نماز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اسی حدیث کی ایک اور روایت میں بجائے "تعبد" کے "تخشی" کا لفظ آیا ہے یعنی (الاحسان) ان تخشی اللہ کانک تراہ۔ جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ احسان یہ ہے کہ تم خدا سے اس طرح ڈرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اسی واقعہ کی روایت میں ایک موقع پر یہ الفاظ بھی آئے ہیں: الاحسان ان تعمل للہ کانک تراہ جس کا ترجمہ ہوگا کہ احسان اس کا نام ہے کہ تم ہر کام اللہ کے لیے اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ ان دونوں روایتوں سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ احسان کا تعلق صرف نماز ہی سے نہیں بلکہ انسان کی پوری زندگی سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ہر عبادت و بندگی اور اس کے ہر حکم کی اطاعت و فرماں برداری اس طرح کی جائے اور اس کے مواخذہ سے اس طرح ڈرا جائے کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہے اور وہ ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے''[1]

عبادت، بندگی و عمل صالح کو خالص اللہ کی رضا کے واسطے انجام دینا احسان کا ایک اعلیٰ مفہوم ہے جو قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کی بعض آیات سے اس کا جو دوسرا معنی مترشح ہوتا ہے وہ ہے کسی کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینا یا بحسن وخوبی اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ دراصل یہ مفہوم بھی احسان کے اصل معنی میں شامل ہے اس لیے کہ عبادت کو اچھی طرح بجالانے کا لازمی تقاضا ہی یہ ہے کہ اسے اللہ کے لیے خالص کیا جائے۔ قرآن کریم میں انفاق فی سبیل اللہ یا نیک کام کے لیے مال خرچ کرنے کی تاکید ملتی ہے۔ ایک آیت میں انفاق کی تاکید کے بعد اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (البقرہ ۲/۱۹۵)

اور (انفاق میں) احسان سے کام لو بے شک اللہ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس ہدایت سے مقصود یہ ہے کہ خوش دلی کے ساتھ مال خرچ کیا جائے، کسی کو مال دے کر احسان نہ جتایا جائے اور نیک کام کے لیے جو کچھ بھی مال خرچ کیا جائے اس سے اصلاً رضائے الٰہی مقصود ہو۔

قصاص کے اصول وضوابط بیان کرتے ہوئے قرآن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی ورثہ) قصاص معاف کر دیں اور خوں بہا پر راضی ہو جائیں تو قاتل اور ان کے اہل خاندان کے ذمہ یہ فرض ہے کہ وہ معروف طریقہ سے یا دستور کے مطابق اس کام کو انجام دیں اور بطریق احسن خوں بہا ادا کر دیں، اس قانون کو ذکر کرتے ہوئے بھی قرآن نے ''احسان'' کے ساتھ ادائیگی کا ذکر کیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ. (البقرہ ۲/۱۷۸)

ہاں اگر قاتل کو اس کا بھائی معاف کر دے تو دستور کے مطابق خوں بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کی ادائیگی ہونی چاہیے، تمھارے رب کی طرف سے یہ ایک طرح کی تخفیف ہے اور رحمت ہے۔

یعنی دیت کی ادائیگی احسان مندی وشکر گزاری کے جذبہ کے ساتھ ہونی چاہیے، نقد یا جنس و مال کی صورت میں جو دیت مقرر ہوئی ہے بلا کم و کاست اس کی ادائیگی کی جائے اور اس میں ٹال مٹول سے نہ کام لیا جائے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے آیتِ دیت کی تشریح کرتے ہوئے احسان کے ساتھ ادائیگی کا یہی مفہوم بیان کیا ہے[۲]۔ اس آیت کا آخری حصہ بڑا معنی خیز ہے یعنی اس بات پر زور دینا مقصود ہے کہ دیت کا قانون اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک مخصوص رعایت ومہربانی ہے، لہٰذا اس کی قدر کرنی چاہیے اور انتہائی خوش اسلوبی سے اس معاملہ کو انجام دینا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح قرآن نے طلاق کے سلسلہ میں یہ اصولی ہدایت دی ہے کہ شوہر و بیوی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں طلاق وقفہ وقفہ سے دوبار دی جائے تاکہ سوچنے و سمجھنے اور اس ناپسندیدہ عمل پر نظر ثانی اور رجوع کی گنجائش باقی رہے۔ دوسری بار طلاق کے بعد قرآن کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اگر رجوع کرنے کے لیے ذہن تیار ہوگیا ہے تو دستور اور شرعی ضابطہ کے مطابق شوہر بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھے اور شریفانہ و مہذب انداز میں اس سے بیوی کی حیثیت سے تعلقات قایم رکھے۔ مقصود یہ کہ مراجعت سے مقصود اس کو دکھ پہنچانا اور تکلیف دینا نہ ہو اور اگر یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ طلاق سے رجوع نہیں کرنا ہے بلکہ جدائی اختیار کرنی ہے تو قرآن نے شوہر کو یہ ہدایت دی ہے کہ اس معاملہ میں احسان سے کام لیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ. (البقرہ۲/۲۲۹)

طلاق دوبار ہے پھر یا تو دستور کے مطابق عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقہ سے اس کو رخصت کردیا جائے۔

یعنی رخصتی خوش اسلوبی سے ہو اور جدائی کی راہ اختیار کرنے کے باوجود شوہر کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر حسن سلوک اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرے۔ ایک طویل عرصہ تک اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے اور مہر و محبت کے روابط قایم رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ رخصتی کے وقت اسے عطایا و تحائف سے نوازا جائے اور انتہائی خوشگوار ماحول میں اسے رخصت کیا جائے۔

مذکورہ آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں احسان کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ معاملات کو خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے یا انھیں بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ ظاہر ہے کہ معاملات کا تعلق زندگی کے مختلف پہلوؤں (خانگی، سماجی، معاشی وغیرہ) سے ہوتا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں ان تمام امور میں اچھے و بھلے طریقہ سے تصفیہ و تکمیل مطلوب ہے۔

ان سب کے علاوہ قرآن میں لفظ ''احسان'' جس معنی میں سب سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوا ہے وہ ہے نیک برتاؤ، خیرخواہی، خوش خلقی، صلہ رحمی، دستگیری، اعانت اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں ان کے حق سے زیادہ دینا۔ پورا قرآن کریم اوامر و نواہی سے عبارت ہے۔ روزمرہ زندگی سے متعلق جن باتوں کی خاص تاکید کی گئی ہے ان میں احسان بھی شامل ہے، ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ. (النحل ۱۶/۹۰)

بے شک اللہ انصاف، احسان اور رشتہ داروں کو (ان کا حق) دینے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت میں خاص بات یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ احسان وصلہ رحمی کا ذکر ہے۔ اس سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ انصاف کا لازمی تقاضا ظلم و زیادتی سے احتراز اور نیک برتاؤ ہے۔ سماجی زندگی کی بہتری، باہمی تعلقات کی خوش گواری اور معاشرہ میں امن و امان کے قیام کے لیے ان دونوں خوبیوں (عدل و احسان) کا فروغ پانا اور ان کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ یہ انصاف کے مطالبات میں سے ہے کہ بلا کسی امتیاز امیر و غریب، مسلم و غیر مسلم، اپنے و غیر سب کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے۔ حسن سلوک کے جہاں بہت سارے مظاہر ہیں ان میں ایک صلہ رحمی بھی ہے۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی خاص اہمیت رکھتی ہے اور حسن سلوک کے استحقاق میں والدین کے بعد انہی کا مقام آتا ہے۔ قرآن کی بعض آیات میں والدین کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے (النساء ۴/۳۶)۔ احسان کی مثالی صورت یہ ہے کہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی جائے اور ان کی حاجت روائی کے لیے اپنے وسائل پوری فراخ دلی کے ساتھ استعمال کیے جائیں، ان کا جو حق عاید ہوتا ہے اس سے زیادہ انھیں دیا جائے۔ اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کو دل آزاری اور ایذا رسانی سے محفوظ رکھا جائے۔ اس کی ایک بہترین ترجمانی ایک حدیث سے ملتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، دریافت کیا گیا کہ اگر اس کے پاس صدقہ کے لیے کچھ نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کام کرے۔ اپنے کو نفع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچائے اور اسی کمائی سے صدقہ بھی کرے، معلوم کیا کہ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی پریشان حال حاجت مند کی مدد کرے۔ پوچھا گیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم دے۔ دریافت کیا کہ اگر اس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ برائی سے بچا رہے (یعنی دوسروں کو نقصان پہنچانے سے باز رہے) یہ بھی صدقہ ہے[۳]۔

گرچہ اس حدیث میں برائی یا دل آزاری سے باز رہنے کو صدقہ کہا گیا ہے اور اس کے لیے احسان کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے لیکن یہاں یہ ملحوظ رہے کہ صدقہ و خیرات بھی احسان یا نیکوکاری کی ایک معروف شکل ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں احسان یا اچھے سلوک کی سب سے زیادہ تاکید والدین کے ضمن میں ملتی ہے۔ سچ پوچھیے تو انسانوں میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے اس لیے کہ انہی کے احسانات سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کے مقام و مرتبہ کی عظمت اور ان کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و بندگی کے حکم کے فوراً بعد والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کی تاکید کی ہے اور ایک دو نہیں بلکہ متعدد آیات میں ان کے ساتھ نیک سلوک کی ہدایت دی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا. (النساء ۴/۳۶)	اور اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا. (الاحقاف ۴۶/۱۵)	اور ہم نے انسانوں کو والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے۔

اس سلسلہ میں سورہ بنی اسرائیل کی وہ آیات (۲۳-۲۴) اس لحاظ سے بڑی اہم ہیں جن میں نہ صرف یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ملتی ہے بلکہ یہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح کیا گیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے کیا تقاضے ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً إِمَّا یَبْلُغَنَّ عِندَکَ الْکِبَرَ أَحَدُھُمَا أَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُل لَّھُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُل لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْماً. وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْراً.

(بنی اسرائیل ۲۳/۱۷-۲۴)

اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم انھیں اف تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو، اور ان سے نرمی سے بات کہو، ان کے سامنے عاجزی وانکساری سے جھکے رہو محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور دعا کرو کہ اے پروردگار ان دونوں کے ساتھ رحم کا معاملہ فرما جس طرح بچپن میں انھوں نے (محبت و شفقت سے) میری پرورش فرمائی تھی۔

ان آیات سے والدین کے سلسلہ میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱- ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے۔

۲- ان کے ساتھ نرمی سے بات کی جائے، یعنی ان سے گفتگو میں شریفانہ انداز اختیار کیا جائے، سخت لہجہ سے پرہیز کیا جائے۔

۳- ان کی کوئی بات ناگوار گذرے تو انہیں اف تک نہ کہا جائے یعنی ان سے ذرا بھی ناگواری کا اظہار نہ کیا جائے۔

۴- کسی بھی حالت میں ان کو جھڑکا یا ڈانٹا نہ جائے۔

۵- ان کے سامنے عاجزی وانکساری ظاہر کی جائے یعنی ان کے تئیں اطاعت و خدمت کا رویہ اختیار کیا جائے۔

۶- انھوں نے جو شفقتیں کی ہیں اور پرورش و پرداخت میں جو زحمتیں اٹھائی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں یاد کر کے اللہ سے یہ دعا کی جائے کہ اللہ ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

ہم سب اس سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ رب العزت کے احسانات بے شمار ہیں، قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے کہ کوئی لمحہ بھی اس کی شکر گزاری سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔ اسی کے ساتھ اولاد پر والدین کے جو احسانات ہیں ان کی قدر دانی اور حق ادا کرنے کی تعلیم بھی قرآن سے ملتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنا شکر ادا کرنے کی ہدایت کے فوراً بعد والدین کا شکر ادا کرنے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ. (لقمٰن ۳۱/۱۴) (ہم نے یہ وصیت کی ہے کہ) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کے شکر گزار رہو۔

قرآن کریم کی نگاہ میں (جیسا کہ اوپر بھی اشارہ کیا گیا) والدین کے بعد حسن سلوک کے سب سے زیادہ مستحق رشتہ دار ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ محبت و شفقت اور اعانت و ہمدردی میں اعزہ و اقارب ہی پیش پیش رہتے ہیں۔ ہر شخص کو قدم قدم پر ان کی حمایت حاصل رہتی ہے اس لیے بجا طور پر والدین کے بعد انہی کا حق ہوتا ہے قرآنی آیات سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ اوپر ایک آیت گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس آیت میں پہلے عام انداز میں سب کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے اس میں اقرباء بھی شامل ہیں پھر ان کا الگ سے بھی ذکر ہے اس سے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں عام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ. (بنی اسرائیل ۱۷/۲۶) اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔

یہاں حق بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا تعلق مالی امداد سے ہے، نیک برتاؤ و خوش خلقی سے ہے اور ان کے ساتھ تعلقات و معاملات کو خوش اسلوبی سے نبھانے سے بھی ہے۔ قرآن میں سوجھ بوجھ رکھنے والوں اور حق کو قبول کرنے والوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ان رشتوں کو جوڑتے ہیں جنھیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ رشتوں کی مضبوطی اسی بات پر منحصر ہے کہ دیانت داری سے ان کا حق ادا کیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوْصَلَ. (الرعد۱۳/۲۱)

اور وہ (عقل والے) ان رشتوں کو جوڑتے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو جوڑا جائے۔

قرآن کریم میں مومنین کی اعلیٰ صفات میں اسے بھی شامل کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں اپنے محبوب مال کو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرتے ہیں (بقرہ۲/۱۷۷)۔ ایک حدیث کے مطابق رشتہ داروں کی مالی اعانت سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک محتاج کی اعانت کا اور دوسرے صلہ رحمی کا[۳]۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سورہ نساء کی ایک آیت میں حسن سلوک کی ہدایت میں والدین و رشتہ داروں کے علاوہ ان لوگوں کا صراحت سے ذکر ہے جن کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا خاص طور پر مطلوب ہے یا جو حسنِ سلوک کے زیادہ مستحق ہیں اور یہ ہیں: یتامیٰ، غرباء، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، قریبی رفیق، مسافر اور مملوک یا مملوکہ (کنیز یا غلام)۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ. (النساء۴/۳۶)

اور ماں باپ کے ساتھ و رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، قریب کے ساتھی، مسافر اور ان لوگوں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ سے پیش آؤ جو تمھارے قبضہ میں ہوں (یعنی لونڈی اور غلام)۔

اس آیت میں جن لوگوں کے ساتھ خاص طور سے نیک برتاؤ کی تاکید کی گئی ہے یا تو وہ لوگ ہیں جن سے نسب یا قرابت کا تعلق ہے یا وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روزمرہ زندگی میں ساتھ ساتھ رہنا سہنا رہتا ہے یا پھر وہ لوگ ہیں جو غربت یا کمزور حالت کی وجہ سے ہمدردی وتعاون کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ اوپر کی آیات کی تشریح و ترجمانی سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ قرآن بلا کسی تفریق سب کے ساتھ احسان کا رویہ اپنانے کی تعلیم دیتا ہے لیکن خاندان و معاشرہ کے جو افراد اس کے لیے خصوصی توجہ کے مستحق ہیں ان کی صراحت بھی کردی ہے تاکہ لوگ اسی کے مطابق قرآنی تعلیمات پر عمل کریں اور احسان کا رویہ اپنانے میں پوری سنجیدگی کا ثبوت دیں۔

حسن سلوک سے پیش آنا، نیک برتاؤ کرنا، خیر کا معاملہ کرنا، بھلا چاہنا، کسی کے کام آنا، اخلاقی و مالی تعاون دینا احسان کی مختلف صورتیں ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور اعلیٰ صفات اور پسندیدہ اعمال ہیں جن کی تعبیر کے لیے بھی قرآن میں احسان کا لفظ استعمال ہوا ہے، جیسا کہ درج ذیل آیات کی تشریح وترجمانی سے واضح ہوگا۔

تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے والے، اللہ کے خوف سے برائی و گناہ کے کاموں سے اپنے آپ کو بچانے والے، مشکل سے مشکل حالات میں دین پر جمے رہنے والے اور آلام ومصائب سے دوچار ہونے پر صبر وضبط کا رویہ اپنانے والے بھی قرآن کی نگاہ میں محسنین یا احسان کی روش پر چلنے والے لوگ ہیں۔ اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا مقام بہت بلند ہے اور وہ اجر عظیم کے حق دار ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ. (یوسف ۱۲/۹۰)

جو کوئی تقویٰ کی روش اختیار کرے اور صبر کا رویہ اپنائے (تو وہ جان لے کہ) بلاشبہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ. (ھود ۱۱/۱۱۵)

اور صبر کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔

پہلی آیت اس پس منظر میں کافی اہمیت رکھتی ہے کہ یوسف علیہ السلام بچپن میں اپنے بھائیوں کے حاسدانہ وظالمانہ سلوک کے شکار ہوئے۔ کنوئیں میں ڈالے گئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلامی کی آزمائش سے دوچار ہوئے پھر بیجا الزام پر انھوں نے اسیری کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان تمام حالات میں انھوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، بہکاوے اور شیطانی فریب کی بدولت لغزش کھانے کے مواقع درپیش ہوئے تو انھوں نے نفس امارہ سے مجاہدہ کیا اور پرہیزگاری کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا، ان کی نیک روش، دین پر ثابت قدمی اور صبر و استقلال کا صلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انھیں کٹھن آزمائشوں سے نجات عطا کیا یہاں تک کہ وہ مصر کی حکومت میں ایک اہم عہدہ پر فائز ہوئے اور حکومت کے خزانہ کے ذمہ دار بنائے گئے۔ قحط کے زمانہ میں لوگوں کو غلہ کی تقسیم انہی کے ذمہ تھی، جب ان کے برادران بھی محتاج بن کر ان کے سامنے حاضر ہوئے اور ان کے خصوصی تعاون کے طلب گار ہوئے۔ آخر میں جب انھیں معلوم ہوگیا کہ افسرِ خزانہ جس کے سامنے وہ حاضر ہیں ان کا وہی ستم رسیدہ بھائی ہیں جسے انھوں نے کنوئیں میں ڈال دیا تھا اور اذیت کی زندگی سے دوچار کردیا تھا تو اس وقت اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو مختلف قسم کی آزمائش سے نجات کے بعد جو اعزاز و اکرام نصیب ہوا یہ جزا ہے ان کے تقویٰ وصبر یعنی احسان کا رویہ اپنانے کا اور یہ کہ پروردگارِ عالم ہرگز ہرگز محسنین کا اجر ضایع نہیں کرتے۔

اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرنا، دین حق کی راہ میں جدوجہد کرنا، حق مخالف قوتوں سے نبرد آزما ہونا خواہ وہ اپنا نفس ہو یا شیطان یا انسانوں میں سے حق کا انکار کرنے والے یہ بھی احسان کی روش اختیار کرنے والوں کا خاصہ ہے یا محسنین کے اوصاف میں سے ہے جو لوگ اس وصف کے مالک ہوتے ہیں اللہ ان کے لیے سیدھی راہ پر چلنا آسان بنادیتا ہے، اپنی رضا کے حصول کے لیے ان کی رہنمائی فرماتا ہے اور انھیں اپنی تائید و نصرت سے سرفراز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. (العنکبوت ۲۹/۶۹)

اور جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں کے ہی ساتھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ دین کی خاطر جدوجہد کرنا، مخالف قوتوں سے ٹکر لینا اور دین حق کا بول بالا کرنے کے لیے پوری تگ و دو کرنا بھی احسان ہے، جس سے راہ حق پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی سرزمین کو فساد و انتشار سے پاک رکھنا، امن و امان کے قیام کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا بھی قرآن کی نگاہ میں احسان ہے اس لیے کہ اس کا تعلق بہر حال لوگوں کی جان و مال کے تحفظ اور انسانی حقوق کی پاسبانی سے ہے۔ ان باتوں پر توجہ دینا اور لوگوں کو چین و سکون دینے کے لیے کوشش کرنا انسان کے خیر و فلاح کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کا براہ راست تعلق لوگوں کے ساتھ احسان کرنے سے ہے اور ایسا کرنے والے یقینی طور پر اللہ کے خصوصی فضل و کرم کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ آیت اسی حقیقت کی ترجمان ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ. (الاعراف ۷/۵۶)	اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور اللہ ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ، یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔

راہ حق کے واضح ہو جانے کے باوجود اس سے انحراف کرنا اور اس راہ کو اختیار کرنے والوں کو اس سے روکنا قرآن کی اصطلاح میں بہت بڑا فساد ہے۔ خالق و مالک سے تعلق مضبوط کرنا اور دوسروں کا تعلق بھی اس سے مضبوط ہو جائے اس کے لیے کوشش کرنا یہ سب سے بڑی اصلاح ہے اور یہ احسان کی ایک معروف شکل ہے جو اللہ کی رحمت کو قریب لاتی ہے۔

قرآن کے نقطہ نظر سے احسان یہ بھی ہے کہ دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے، ان کی غلطیوں سے چشم پوشی اختیار کی جائے اور ان سے تعلقات میں اعلیٰ ظرفی و کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اللہ رب العزت اس نیک روش اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور انھیں دوست رکھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (المائدہ ۵/۱۳)

پس انھیں معاف کردو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو اور اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش اختیار کرتے ہیں۔

خدا ترس مومنین کے امتیازی اوصاف میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (آل عمران ۳/۱۳۴)

اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

حقیقت یہ کہ غصہ کی حالت میں انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور انتقامی جذبہ سے مغلوب ہو جاتا ہے تو دوسروں پر زیادتی کر بیٹھتا ہے، انھیں ظلم و ستم کا نشانہ بناتا ہے، یا اس سے ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں جو جان و مال کے لیے خطرہ اور انسانی حقوق کی پامالی کا باعث بنتی ہیں۔ اسی لیے مذکورہ آیت میں غصہ پی جانے اور معاف کر دینے کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ روش بہت سے شر سے محفوظ رکھتی ہے، عداوت و انتقام کے جذبات کو دباتی ہے اور بہتر و خوش گوار تعلقات کے لیے راہ ہموار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احسان کی ادا اللہ کو بہت پسند آتی ہے اور محسنین کو اللہ کے محبوب بندے ہونے کا بلند مقام نصیب ہوتا ہے۔

مذکورہ مباحث سے اللہ کے بندوں یا انسانوں کی نسبت سے احسان کا جو سب سے اہم پہلو سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ایسا کام کرنا جو دوسروں کے لیے نفع بخش ہو یا جس میں خیر کا پہلو ہو احادیث سے بھی اس نوع کے عمل کی بڑی ترغیب ملتی ہے۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے: خیر الناس من ینفع الناس ۵۔ (لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے)۔ اس طرح ایک دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نیکی کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھو، اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرہ سے مل لو یہ بھی نیکی ہے ۶۔

احسان کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ اس صفت سے متصف ہوتے ہیں وہ اللہ رب العزت کی نگاہ میں بہت بلند مقام رکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔قرآن کی متعدد آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خصوصی فضل و کرم کا معاملہ فرمائے گا، انھیں طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کرے گا اور اخروی زندگی میں انھیں لازوال نعمتیں نصیب فرمائے گا۔قرآن مجید کا ایک خاص اسلوب یہ ہے کہ جب کسی چیز کی اہمیت کی طرف ذہن کو متوجہ کرنا ہوتا ہے تو بعض اوقات اسے استفہامیہ انداز میں پیش کرتا ہے اور اس کا جواب مخاطب کے ذہن پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ خود اس پر اپنا ذہن لگائے اور غور و فکر کرے تو اس کا جواب مل جائے گا۔احسان کی جزا کی اہمیت وعظمت واضح کرنے کے لیے ایک جگہ قرآن نے یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ. نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

(الرحمٰن ۵۵/۶۰)

اس سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ جس شخص نے دنیا میں رہتے ہوئے دینِ حق کا راستہ اختیار کیا۔ اس پر چلتے ہوئے طرح طرح کی آزمائشیں برداشت کیں، اللہ کے مقررہ فرائض کو دیانت داری کے ساتھ پورا کرتا رہا، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بھی پاس داری کی، اللہ کی عبادت میں انہماک کے ساتھ لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ، حسن اخلاق، محبت و ہمدردی، فیاضی و سخاوت کا مظاہرہ کیا۔کیا اللہ رب العزت ان سب اعمالِ صالحہ کا بہترین صلہ نہ عطا فرمائے گا؟ یعنی اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ پروردگارِ عالم ایسے اصحاب ایمان کو اپنے یہاں اجرِ عظیم اور ثوابِ کثیر سے نوازے گا، اس طرح کی آیات سے احسان کی روش اختیار کرنے والوں کو تسلی واطمینان دلانا مقصود ہے اور دوسروں کو اس راہ میں آگے بڑھنے کی ترغیب دینا بھی مطلوب ہے۔ ذیل کی سطور میں آیات کے حوالہ سے اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ احسان کی صفت سے متصف ہونے والوں کو اس دنیا میں کیسے کیسے نوازتا ہے اور آخرت میں ان کے ساتھ کس قدر اعزاز و اکرام فرمائے گا۔ارشاد خداوندی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوا وَّالَّذِيْنَ هُم مُّحْسِنُوْنَ. (النحل ۱۶/۱۲۸)

بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان کا معاملہ کرتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر ایک شخص کے لیے خوش نصیبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے اللہ کی تائید و نصرت نصیب ہو، اس پر مزید یہ کہ انھیں دنیا میں ان کے محسنانہ عمل کا ثواب ملے اور آخرت میں بھی وہ بہترین اجر کے مستحق قرار پائیں جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (آل عمران ۳/۱۴۸)

اور اللہ نے انھیں دنیا کا ثواب دیا اور اس سے بہتر ثوابِ آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ محسنین کو پسند فرماتا ہے۔

محسنین کے سلسلہ میں یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ اوپر کی آیت کے علاوہ متعدد دیگر آیات (البقرہ ۲/۱۹۵، ۹۳، آل عمران ۳/۳۴، المائدہ ۵/۱۳) میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کو دوست رکھتا ہے یعنی وہ اس کے محبوب بندے ہیں، بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو اس بات سے کافی خوشی ہوتی ہے کہ اس کی خواہش پوری ہو جائے اور اس کی مراد مل جائے۔ صاحبِ ایمان اخروی زندگی میں اپنی تمنا بر آتے ہوئے دیکھیں گے تو اور مسرور ہوں گے۔ احسان کی روش اختیار کرنے والوں کے بارے میں قرآن کا یہ اعلان ہے کہ انہیں اپنے رب کے یہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے اور اس کے لیے انھیں ذرا بھی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ. (الزمر ۳۹/۳۴)

انھیں (متقین کو) اپنے رب کے یہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہ ہے احسان کرنے والوں کی جزا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقویٰ و احسان میں بہت گہرا تعلق ہے احسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل تقویٰ کے ثمرات میں سے ہے۔ تقویٰ نیکی، نیک عمل و نیک برتاؤ کے لیے بہترین محرک ثابت ہوتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں ہے کہ جو کچھ متقیوں کو ان کے رب کی جانب سے مل رہا ہوگا وہ خوش و مطمئن ہو کر اس سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور ان سے یہ کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں انھیں اس وجہ سے نصیب ہو رہی ہیں کہ وہ اس سے پہلے کی زندگی میں احسان کرنے والے تھے۔ ان کی مزید خوشی کے لیے اللہ رب العزت ان سے یہ فرمائے گا کہ نہایت خوشگواری کے ساتھ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو، یہ تمھارے نیک اعمال کا صلہ ہے اور ہم احسان کی روش اختیار کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ عنایت کرتے ہیں۔ متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں:

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَعُيُوْنٍ. آخِذِيْنَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ. (الذاریات ۵۱/۱۶)

بے شک اہل تقویٰ (آخرت میں) باغوں اور چشموں میں ہوں گے، جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا وہ اسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے، وہ اس دن کے آنے سے پہلے احسان پر عمل کرنے والے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلَالٍ وَعُيُوْنٍ. وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ. كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. (المرسلات ۷۷/۴۱-۴۴)

بے شک متقین سایے و چشموں اور اپنے من پسند پھلوں میں ہوں گے۔ کھاؤ پیو مزے لے کر اپنے ان اعمال کے صلہ میں جو تم کرتے رہے ہو، ہم احسان کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

تقویٰ و احسان میں بہت گہرے تعلق پر یہ حقیقت بھی شاہد ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈر کر اپنے کو غلط کاموں و برائیوں سے بچائے گا اور اپنے آپ کو ان کاموں کا خوگر بنائے گا جو اسے راضی کرنے والے ہوں گے وہ لازمی طور پر احسان کی روش اختیار کرنے والا ہوگا۔ وہ ایک جانب اللہ کی عبادت میں مخلص ہوگا۔ دوسری جانب اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی، ہمدردی و خوش خلقی کا مظاہرہ کرے گا۔ مزید براں متعدد آیات (النساء ۴/۱۲۸، المائدہ ۵/۹۳،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النحل ۱۶/ ۱۲۸) میں تقوی و احسان یا متقین و محسنین کا اس طرح ساتھ ذکر آیا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں لازم وملزوم ہیں، اسی طرح بعض آیات میں صالحین کو بھی محسنین کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایک جگہ صالحین کا ذکر کرتے ہوئے انھیں یہ خوش خبری سنائی گئی ہے:

خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ. (المائدہ ۵/ ۸۵)

وہ ان (باغات) میں ہمیشہ ہمیش رہے گے اور یہ جزا ہے احسان کی روش اختیار کرنے والوں کی۔

آخر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم سے بھرپور استفادہ کے لیے بھی احسان کی روش اختیار کرنا ضروری ہے یہ بات خود قرآن سے معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الم. تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيْمِ. هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ. (لقمان ۳۱/ ۳)

ا-ل-م یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں اور ہدایت و رحمت ہیں احسان کا رویہ اپنانے والوں کے لیے۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب ساری دنیا کے لیے باعثِ رحمت و ذریعہ ہدایت ہے لیکن اس کی ہدایت سے اصلاً وہی لوگ فائدہ اٹھانے والے ہیں اور اس کی رحمت سے صحیح معنوں میں وہی لوگ فیض یاب ہونے والے ہیں جو اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے احسان کا رویہ اپناتے ہیں۔ وہ اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی اخلاص و سنجیدگی کا ثبوت دیتے ہیں۔

اوپر کے مباحث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ احسان ایک بہت ہی جامع لفظ ہے جو قرآن میں اخلاص، نیکوکاری، پرہیزگاری، خیرخواہی، ہمدردی، حسنِ اخلاق، مالی اعانت وحمایت مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اسے مختصراً تعبیر کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ بندگی اور حقوق العباد کی دیانت دارانہ ادائیگی سے۔ احسان ایک ایسا وصف ہے جس کے تقاضوں کو پورا کرنا اللہ سے قربت پیدا کرتا ہے تو دوسری جانب اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندوں سے تعلقات کو خوش گوار بناتا ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ ظلم وستم، قتل و غارت گری، انسانی حقوق کی پامالی کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں، خودغرضی، نفس پرستی، نفرت و عداوت، اختلاف و افتراق جیسے منفی جذبات تیزی سے ابھر رہے ہیں۔ ان حالات میں قرآن کا تصورِ احسان بڑی اہمیت و معنویت رکھتا ہے۔ یہ کتاب ہدایت و رحمت تمام انسانوں کو یہ دعوت دیتی ہے کہ وہ محبت و ہمدردی، خیرخواہی ونرم روی، خوش گفتاری و بلند کرداری جیسے اوصاف حمیدہ کو اختیار کریں اور احسان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں اخلاص سے کام لیں۔ اسی پر تعلقات کی بہتری، معاشرتی ومعاشی زندگی کی خوش گواری اور دونوں جہاں کی فوز وفلاح منحصر ہے۔ اللہ کرے ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

اللہ ولی التوفیق وعلیہ التکلان۔

حواشی ومراجع

۱۔ محمد منظور نعمانی، **معارف الحدیث**، کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء، ۱/۶۹

۲۔ امین احسن اصلاحی، **تدبر قرآن**، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ۱/۴۳۴

۳۔ امام بخاری، **الادب المفرد**، المطبعۃ السلفیہ، القاہرہ، ۱۳۷۸ھ، ۱/۳۱۶-۳۱۷، ۴۰۴-۴۰۵

۴۔ جامع ترمذی، ابواب الزکواۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ

۵۔ علی بن حسام الدین المتقی، **منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۶/۳۰۵

۶۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

سماجی زندگی کی بہتری
اور
قرآنی ہدایات وتعلیمات

بلاشبہ قرآن کریم پوری انسانیت کے لیے وسیلۂ ہدایت و پیغام رحمت ہے۔ یہ کتاب مبین انسان کو اپنے خالق و مالک سے تعلق مضبوط کرنے اور معاشرتی زندگی کو خوش گوار بنانے کا بہترین طریقہ سکھاتی ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان کو امن و امان نصیب ہو اور وہ سکون کے ساتھ اس مقصد کے حصول میں مصروف رہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی بخشی ہے۔ قرآن کی ہدایات وتعلیمات کو موٹے طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے اور دوسرے کا اس کے بندوں کے حقوق سے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کتاب یا تو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ایک انسان کا اپنے رب سے کس نوع کا تعلق ہونا چاہیے اور اسے کیسے مضبوط کرنا چاہیے یا اس باب میں رہنمائی دیتی ہے کہ ایک انسان کا اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے کس طرح کا برتاؤ ہونا چاہیے۔ قرآن کریم سے یہ نکتہ بھی ابھر کر سامنے آتا ہے کہ جو شخص اپنے خالق و مالک کو اچھی طرح پہچان لے گا اور اس سے اپنے تعلق کو استوار کرے گا اس کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ زیادتی و ناانصافی کرے یا ان کے حقوق کو پامال کرے۔ اس لیے کہ اسے یقین ہے کہ ایسا کرنا مالک حقیقی کو ناراض کرنا ہے جسے وہ کسی حالت میں پسند نہیں کرے گا۔ قرآن نے ایک جانب یہ واضح کیا کہ انسان پر اس کے خالق و مالک کے کی حقوق ہیں۔ دوسری جانب یہ بھی کھول کھول کر بیان کیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس جیسے انسانوں کے اس پر کیا حقوق ہیں اور ان کی پاسداری و ادائیگی کیوں ضروری ہے اور یہ کتاب یہ بھی واضح کرتی ہے کہ ان کی پامالی سے معاشرہ میں کیا کیا تباہیاں آتی ہیں اور انسان کا امن و سکون کس طرح غارت ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی نگاہ میں انسانی حقوق کی اہمیت اس سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اس نے جہاں نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج اور دوسرے فرائض کی بجا آوری پر زور دیا وہیں انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے اصول عطا کیے اور ان پر عمل کی بار بار تاکید کی۔ قرآن میں ایک دو نہیں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے فوراً بعد بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید فرمائی ہے۔ اس باب میں یہ آیت بہت جامع ہے:

وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً۔ (النساء ۴/۳۶)	اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین، رشتہ داروں، یتامیٰ، مساکین، قرابت دار پڑوسی، بیگانہ پڑوسی، ہم نشیں مسافر اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو، بے شک اللہ اترانے والوں اور غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس کے علاوہ قرآن نے مختلف مقامات پر انسانوں کو وہ حقوق یاد دلائے ہیں جو خاندان و سماج میں رہتے ہوئے مختلف حیثیتوں (والدین، سرپرست، اولاد، شوہر، بیوی، رشتہ دار، پڑوسی، رفیق، صاحبِ دولت، سربراہ حکومت، عام شہری، مالکِ زمیں و جائداد، مزدور و ملازم) میں ان پر عاید ہوتے ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ قرآن اپنی ہدایات و تعلیمات کے ذریعہ یہ ذہن بنانا چاہتا ہے کہ لوگ اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق کو یاد رکھیں اور سنجیدگی سے ان کی ادائیگی کو یقینی بنائیں اسی لیے ان مواقع پر زیادہ تر آتِ، یا آتـــوا کے پیرایہ میں خطاب کیا گیا ہے (یعنی فلاں کا حق یا حصہ دو)۔ اسی سے قرآن کے تصور حقوق انسانی کا یہ امتیاز واضح ہوتا ہے کہ وہ طلب حقوق کے بجائے حقوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی دیانت دارانہ ادائیگی پر زیادہ زور دیتا ہے اور اس طرح وہ حقوق دینے کا ذہن تعمیر کر کے ایسا معاشرہ قایم کرنا چاہتا ہے جس میں حقوق کے لیے مطالبہ و احتجاج کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ بات بدیہی ہے کہ اگر معاشرہ کا ہر فرد اپنے اوپر عائد ہونے والے حق کو یاد رکھے اور اسے ایمان داری سے پورا کرے تو لوگوں کے حقوق پورے ہوتے رہیں گے، نہ تو کسی کو حق تلفی کی شکایت ہوگی اور نہ آپس میں اختلاف وانزاع پیدا ہوگا، جو معاشرہ میں اکثر امن وامان کے درہم ہونے کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن نے اہل دولت یا مال داروں کو بار بار یہ یاد دلایا کہ ان کے مال میں غریبوں و ناداروں کا حق ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَفِيْٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات ۵۱/۱۹) (ان کے مال میں مانگنے والوں اور ناداروں کا حق ہے)۔ اسی طرح ایک دو نہیں متعدد مقامات پر انفقوا فی سبیل اللہ، آتوا الزکوٰۃ (اللہ کی راہ میں خرچ کرو، زکوٰۃ ادا کرو) کے الفاظ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انھیں زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کی تلقین کی ہے اور مختلف قسم کی تمثیلات کے ذریعہ اس حق کی ادائیگی کے فیوض و برکات واضح کیے ہیں اور اس سے غفلت کے وبال ونقصان پر انھیں متنبہ کیا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اگر اغنیاء و دولت مند اپنے حق کی ادائیگی میں پابندی و دیانت داری کا مظاہرہ کرتے رہیں تو غرباء و مساکین اور حاجت مندوں کے حقوق پورے ہوتے رہیں گے اور معاشرہ کے کمزور و بے سہارا لوگوں کو سماجی تحفظ بھی فراہم ہوتا رہے گا، نہ تو انھیں در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی اور نہ انھیں اپنے حقوق و مطالبات کے لیے واویلا مچانے کی ضرورت ہوگی۔ انسانوں کے حقوق کے تحفظ یا حق داروں کو ان کے حق کی وصولیابی یقینی بنانے کا یہ آسان وفطری طریقہ ہے جسے قرآن نے اپنایا ہے۔ انسانی حقوق کی راہ میں قرآن کا یہ بہت ہی انقلابی تصور ہے کہ لوگوں کو ان پر عاید ہونے والا حق یاد دلایا جائے اور اس کی ادائیگی پر زور دیا جائے۔ اس کے برعکس جدید دور میں انسانی حقوق کا جو تصور پایا جاتا ہے اس میں حقوق کی طلب، ان کے حصول کے لیے بھاگ و دوڑ، ان پر دست درازیوں کے خلاف دفاعی اقدامات پر زیادہ زور ملتا ہے، بلکہ انہی چیزوں کو اولیت و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہمیت دی جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حقوق کے مسئلہ پر فرد و ریاست کے مابین مسلسل کشمکش اور عوام کے مختلف طبقوں میں مستقل تصادم کا ماحول نظر آتا ہے اور اسی لیے جدید تصور میں ان حقوق کی نوعیت دفاعی و حفاظتی (Defensive and Protective) ہو کر رہ گئی ہے جب کہ اسلام میں یہ مثبت و مستقل حیثیت رکھتے ہیں جو قرآن وسنت سے واضح طور پر ثابت ہیں۔

معاشرتی زندگی کی بہتری کے لیے قرآن نے انسانی حقوق کے جن پہلوؤں کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے وہ جان و مال اور عزت کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہیں اس سے متعلق قرآنی ہدایات خاص طور سے سورہ نساء، نور، لقمان اور حجرات میں ملتی ہیں۔ ان سے قرآن کا یہ نقطہ نظر صاف واضح ہوتا ہے کہ انسانی حقوق (بالخصوص جان و مال و عزت کے تحفظ سے تعلق رکھنے والے) کا احترام معاشرہ میں امن وامان کو یقینی بناتا ہے اور ان کی پامالی و خلاف ورزی باہمی تعلقات کی خرابی، اختلاف و انتشار اور بدامنی کا باعث بنتی ہے۔

انسان جان کی حرمت یا انسان کے جینے کے حق اور اس کے تحفظ کو قرآن نے حد درجہ اہمیت دی ہے۔ اس کا ایک ثبوت تو واضح لفظوں میں قتل ناحق کی سخت ممانعت اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں سخت ترین سزا کا تعین ہے۔ دوسرے اس کا یہ اعلان ہے کہ ایک شخص کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً (المائدہ ۵/۳۲)	جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد برپا کرنے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔

قرآن کا یہ اعلان بہت اہم ہے اور انتہائی سخت بھی۔ اس کی ظاہری وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے وہ صرف ایک فرد کی جان نہیں لیتا بلکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیاتِ انسانی کے احترام اور ہمدردی کے جذبہ سے خالی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے۔ اس لیے کہ جو صفت اس میں پائی جاتی ہے وہ اگر دوسرے انسانوں میں بھی پائی جائے تو پوری نوع انسانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اسلام کی نگاہ میں حرمت جان کی پامالی کتنا بڑا جرم ہے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ قاتل اگر غیر مسلم ہے تو اس کے اسلام لانے پر بھی قصاص معاف نہیں ہوگا۔ اسلامی شریعت میں اس انسان کی جان بھی قابلِ احترام ہے جو ابھی شکمِ مادر میں ہے، ماں کو جسمانی اذیت دینے کی وجہ سے اگر بچہ کی جان جاتی ہے تو اس جرم کا مرتکب موجب سزا قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر حاملہ عورت کسی جرم کی وجہ سے سزائے موت کا مستحق قرار پاتی ہے تو نہ صرف بچہ کی ولادت بلکہ اس کی پرورش پانے تک ماں کے لیے سزا کا نفاذ موقوف رہے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن وسنت کی رو سے اس دنیا میں قدم رکھتے ہی ایک بچہ کو نہ صرف حق پرورش وتربیت کی ضمانت مل جاتی ہے بلکہ اس کا حق ملکیت و جائداد بھی محفوظ ہو جاتا ہے مزید براں کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے مردہ جسم کے احترام کی پوری پوری تاکید اسلام میں ملتی ہے شریعت میں اس کی لاش کو مثلہ بنانے یا کسی قسم کی بے حرمتی کی سخت ممانعت کی گئی ہے اور اس باب میں اسلام مسلم وغیر مسلم میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتا۔

قرآن کریم میں انسان کی عزت وآبرو کو بھی پورا پورا تحفظ فراہم کیا گیا ہے اس نے معاشرتی زندگی کے جو اصول بیان کیے ہیں ان میں کسی کا مذاق اڑانے، کسی کو برے لقب سے یاد کرنے اور غیبت، بدگمانی و بہتان طرازی سے احتراز کی سخت ہدایت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ۔ (الحجرات ۴۹/۱۱)	کوئی گروہ کسی دوسرے کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔
وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (الحجرات ۴۹/۱۱)	ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو۔
وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ (الحجرات ۴۹/۱۱)	اور ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً (الحجرات ۴۹/۱۲)

ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو اور نہ بعض بعض کی غیبت کرے۔

اس طرح قرآن میں عورتوں پر تہمت لگانے کی ممانعت اور ان پر بدکاری کا الزام ثابت نہ کرنے کی صورت میں سخت ترین سزا کا جو قانون ملتا ہے اس سے ناموسِ خاتون کے تحفظ کا خصوصی اہتمام واضح ہوتا ہے۔ مزید براں کسی کے گھر میں بلا اجازت داخلہ اور تجسس وعیب جوئی کی ممانعت سے انسان کی نجی زندگی کے تحفظ کا حق (Right of Privacy) ثابت ہوتا ہے۔ ان سب کے علاوہ قرآن کریم میں انسان کی عزت و آبرو کے تحفظ کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی حق کی ادائیگی یا فریضہ کی انجام دہی میں دوسرے کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے تو اسے روا نہیں رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی صاحبِ دولت غرباء ومساکین کے حق کو ادا کرتے ہوئے کسی غریب پر صدقہ وخیرات کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ اس پر احسان جتاتا ہے یا وہ چاہتا ہے کہ وہ غریب ہر وقت اس کے سامنے سرنگوں رہے، اس کی ہمیشہ و ہر حال میں ہم نوائی کرے اور اس کی بیگار کرے یا صاحب مال محتاج وغریب کو (جس کی وہ مدد کر رہا ہے) بہ نظر حقارت دیکھے یا اسے تکلیف پہنچائے تو یہ صدقہ وخیرات قرآن کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى۔ (البقرہ ۲۶۳/۲)

ایک اچھی بات اور معافی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَى (البقرہ ۲۶۴/۲)

اے ایمان والوں اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر بے کار نہ کرو۔

مزید براں قرآن نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ سائل یا مانگنے والے کے ساتھ کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا طرزِ عمل نہ اختیار کیا جائے جس سے اس کی عزتِ نفس کو ٹھیس لگے یا اس کی تحقیر و تذلیل ہو۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ (الضحیٰ ۹۳/۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکو۔

جہاں تک مال کی حرمت کا تعلق ہے قرآن نے اصحاب مال و جائداد کے حق ملکیت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کے تحفظ کے اصول بھی وضع کیے ہیں۔ حق مال کی حفاظت کی ہدایت دی ہے اور اس کی خلاف ورزی کی سخت ممانعت کی ہے۔ متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے حلال و جائز ذرائع سے کسبِ مال اور حصولِ رزق کی تاکید کی ہے اور اسی طرح مال حاصل کرنے کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنے اور ایک دوسرے کا مال غلط طور پر استعمال کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ (اس کی مزید تفصیل باب چہارم میں دی گئی ہے) درحقیقت چوری، ڈکیتی، سود، رشوت اور کمزور طبقہ کے لوگوں کے استحصال کی ممانعت سے حق ملکیت کا احترام اور اس کے تحفظ کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ امر بدیہی ہے کہ ناجائز یا غلط طور پر حاصل کیا ہوا مال کسی نہ کسی کے مال و اسباب پر دست درازی یا کسی کے مالِ حق کو غصب کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں بہت صاف لفظوں میں یہ ہدایت ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ اور تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ (البقرہ ۲/۱۸۸)

مزید براں قرآن کی نظر میں حق ملکیت کی اہمیت کا اندازہ ان قرآنی ہدایات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جو یتیم کے مال کی دیکھ ریکھ یا ان کے استعمال سے تعلق رکھتی ہیں۔

قرآن نے انسانی حقوق کے تحفظ کے ذریعہ باہمی تعلقات کو خوشگوار رکھنے اور معاشرہ میں پُرامن ماحول کو پروان چڑھانے پر جو زور دیا ہے اس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ ان حقوق کی حفاظت اور ادائیگی کے باب میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتا۔ جان، مال و آبرو کی حرمت یا سماجی و معاشرتی حقوق کے تحفظ کا مسئلہ ہو یا اظہارِ رائے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادی اور مساوات وانصاف کی بات ہو قرآن مجید ان تمام امور میں انسان انسان میں تفریق کرنے کا سخت مخالف ہے وہ اہل ایمان کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ حقوقِ انسان کی ادائیگی میں رنگ ونسل اور مذہب وعلاقہ کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہ برتیں اور امیر و غریب، طاقت ور وکمزور، مسلم وغیر مسلم، موافق ومخالف، ملکی وغیر ملکی ہر ایک سے تعلقات ومعاملات میں ان حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں تاکہ معاشرہ میں امن وامان کی فضا قایم رہے۔ یہ بات قرآن کریم کی ان آیات کے مطالعہ سے اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہے جن میں بالکل عام انداز میں لوگوں کے جان ومال وعزت کے تحفظ اور ان کے ساتھ مساویانہ وکریمانہ برتاؤ کی ہدایات دی گئی ہیں، ان کی خلاف ورزی سے منع کیا گیا ہے اور اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ ان قوانین کو توڑنا ذاتی ومعاشرتی دونوں زندگی میں تباہی و بربادی کو دعوت دینا ہے۔

مختصر یہ کہ معاشرتی زندگی سے متعلق قرآن کریم کے احکام پر غور وفکر کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ یا تو ان میں انسانی حقوق کے احترام اور ان کی ادائیگی کی تاکید ملتی ہے تاکہ باہمی تعلقات ومعاملات بہتر رہیں اور معاشرہ میں امن وامان کی فضا برقرار ہے یا ان میں ایسی باتوں کی ممانعت کی گئی ہے جو کسی کی جان ومال وآبرو کو ضائع کرنے یا نقصان پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں اور نتیجہ کے طور پر اختلاف وانتشار کو بڑھاوا دیتی ہیں اور امن وامان کو غارت کرتی ہیں۔ ان ممانعتی احکام میں ان چیزوں کو شامل کیا جاسکتا ہے: ناحق کسی کو قتل کرنا (الاعراف ۷/۱۵۲)، زنا کرنا (بنی اسرائیل ۱۷/۳۲)، زنا کی تہمت لگانا (النور ۲۴/۴، ۲۳)، چوری کرنا (المائدہ ۵/۳۸)، ناجائز طور پر کسی کا مال استعمال کرنا (النساء ۴/۲۹)، ناپ وتول میں کمی کرنا (الرحمٰن ۵۵/۹، المطففین ۸۳/۳)، بخل کرنا (بنی اسرائیل ۱۷/۳۲)، فضول خرچی کرنا (بنی اسرائیل ۱۷/۲۶)، خیانت کرنا (الانفال ۸/۲۷، ۵۸)، مذاق اڑانا و برے لقب سے یاد کرنا (الحجرات ۴۹/۱۱)، غیبت کرنا و بدگمانی کرنا (الحجرات ۴۹/۱۲)، چغل خوری کرنا (القلم ۶۸/۱۰-۱۱)، عیب جوئی کرنا (الحجرات ۴۹/۱۲)، کسی کو حقیر سمجھنا (لقمان ۳۱/۱۸)، اترانا و غرور کرنا (بنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسرائیل ۱۷/۲۶، لقمان ۳۱/۱۸)، یتیم و سائل کو جھڑکنا (الضحیٰ ۹۳/۹-۱۰)، ظلم و زیادتی میں کسی کی مدد کرنا (المائدہ ۵/۶۷) اور جھوٹ بات کہنا و جھوٹی گواہی دینا (الحج ۲۲/۳۰)۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ نہ صرف سماجی حقوق کی پامالی سے آپس میں اختلاف ونزاع پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ میں اتحاد واتفاق کی فضا مکدر ہوجاتی ہے بلکہ معاشی حقوق پر دست درازی بھی اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ ایک دوسرے سے نفرت وعداوت کا ماحول گرم کردیتی ہے اور بالآخر باہمی تعلقات کو کشیدہ بنادیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے مالی حقوق کی بھی وضاحت کی گئی ہے اور بار باران کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ خاص طور سے ناپ تول میں انصاف سے کام لینے، خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات میں سچائی و دیانت داری کا رویہ اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے جیسا کہ باب چہارم کے مباحث سے مزید واضح ہوگا۔

معاشرتی زندگی کو بہتر وخوش گوار بنانے کے لیے قرآن کریم نے جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے وہ عدل وانصاف ہے، واقعہ یہ کہ یہ سماجی زندگی کی بنیاد ہے۔ اس کے بغیر نہ تو معاشرتی نظام مستحکم ہوسکتا ہے اور نہ سماجی زندگی خوش گوار بن سکتی ہے۔ دراصل اس کا تعلق بھی انسانی حقوق سے ہے اس لیے کہ انصاف ملنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس حق کی اہمیت اس وجہ سے اور زیادہ ہے کہ دوسرے انسانی حقوق کے تحفظ اور ان پر دست درازی کی صورت میں ان کی بازیابی کو بھی یہ یقینی بناتا ہے۔ قرآن میں انسان کو انفرادی طور پر اسے برتنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور اجتماعی طور پر پورے معاشرہ پر عدل وانصاف کے قیام کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ مزید براں اہل حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں قیام عدل کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان سب سے اہم بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بلا کسی استثناء یا امتیاز تمام لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرنے کی ہدایت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ۔ (النحل ۱۶/۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف و نیکی کرنے اور رشتہ داروں کو (ان کا حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔

اس آیت سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ عدل و انصاف کرنا محض اخلاقیات کا حصہ نہیں بلکہ یہ اہل ایمان کے فرائض میں داخل ہے۔ جیسا کہ اس آیت کے انداز خطاب سے واضح ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان میں سب سے پہلے عدل و انصاف کا ذکر ہے اس سے خود اس کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ درحقیقت اس حکم کی تعمیل بہت سے نیک کام کا وسیلہ بنتی ہے مثلاً دوسروں کے حقوق کی ادائیگی اور ظلم و زیادتی سے لوگوں کی حفاظت۔ انصاف کے اصولوں پر عمل کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اس باب میں انسان بڑی آزمائشوں کا شکار ہوتا ہے۔ بعض اوقات ذاتی مفادات مانع بنتے ہیں تو کبھی اس راہ میں خطرات قدم ڈگمگا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو ان حالات میں بھی انصاف کے قدم کو آگے بڑھاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ ۵/۸)

انصاف کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ قربت رکھتا ہے۔

قرآن نے انصاف کی اہمیت اس پہلو سے بھی آشکارا کی ہے کہ یہ ان اعمال میں شامل ہے جو اللہ رب العزت کی پسندیدگی کا باعث بنتے ہیں اور ان کے انجام دینے والوں کو مالک حقیقی کا محبوب بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدہ ۵/۴۲)

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ کتنا بڑا اعزاز و انعام ہے جو ایک شخص کو انصاف کرنے کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اس وجہ سے کہ عدل و انصاف پر عمل اللہ کے بندوں کے تعلقات کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضبوط کرتا ہے، ان کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑتا ہے اور مخالفت ونفرت کے جذبات کو دوستی ومحبت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

قرآن مجید صرف انفرادی زندگی یا پرائیویٹ لائف میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ اہل ایمان کو اس بات کی خاص تاکید کرتا ہے کہ وہ سماجی زندگی میں پوری سنجیدگی سے اس کے اصولوں کو برتیں اور علانیہ حق و انصاف کی گواہی دینے والے بن جائیں تاکہ ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو، اخوت ومحبت کے جذبات پروان چڑھیں اور ان کا کردار دوسروں کے لیے نمونہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی صاف صاف ہدایت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا۔ (النساء ۴/۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے گواہ بنو گرچہ تمہارے انصاف و تمہاری گواہی کی زد خود تمہارے اپنے اوپر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو، (فریقِ معاملہ) خواہ مال دار ہو یا غریب۔ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے پس خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ عدل سے باز رہو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ اللہ اس سے باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

واقعہ یہ کہ انسان اس وقت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور نفس کے بہکاوے کا بری طرح شکار ہوتا ہے جب انصاف کا معاملہ کرنے میں اپنا نقصان نظر آئے یا اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کا۔ یہ سب کے مشاہدہ میں آتا رہتا ہے کہ ذاتی وقریبی لوگوں کے فائدہ، مال ودولت کی لالچ اور کسی دولت مند یا صاحبِ منصب کی رعایت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑی آسانی سے انصاف کے اصولوں کو توڑ دیا جاتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں آپس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، نفرت و مخالفت کا ماحول گرم ہوتا ہے اور امن و سکون تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن بے لاگ انصاف کی تعلیم دیتا ہے اور اس بات کی خاص تاکید کرتا ہے کہ ذاتی، گھریلو گروہی مفاد کی پرواہ کیے بغیر سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا جائے اور اس باب میں امیر و غریب، طاقت ور و کمزور اور اپنے و غیر کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ عدل و انصاف کا تصور اس سے بلند اور کیا ہو سکتا ہے جسے قرآن نے پیش کیا ہے کہ مخالف و دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کا پورا پورا حق ادا کیا جائے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی کی دشمنی یا مخالفت کو بیچ میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ ۵/۸)

کسی گروہ کی دشمنی تم کو مشتعل نہ کر دے کہ تم (اس کے ساتھ) بے انصافی کرو۔ انصاف کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

اس آیت میں جن کے معاملات میں عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کی ہدایت دی گئی ہے عام مفسرین کی رائے میں ان سے مراد یہود ہیں۔ ان کی عہد شکنی، اللہ و رسول کے احکام کی علانیہ خلاف ورزی، نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی مخالفت اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں کا ذکر اس سے پہلے کی آیات میں ہے۔ مذکورہ آیت سے نبی کریم ﷺ کے توسط سے پوری امت کے سامنے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ معاملہ اپنا ہو یا غیروں کا، موافقین کا مقدمہ پیش ہو یا مخالفین کا بہر حال فیصلہ عدل و انصاف کے مطابق اور بلا لاگ لپیٹ ہو۔ درحقیقت یہی (اصول عدل و انصاف کو اپنانا اور انھیں قایم رکھنا) اس امت کا امتیازی منصب (قوامین بالقسط) ہے۔ پھر یہ بھی واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے گویا انھوں نے ایسا کام کیا جسے اللہ رب العزت پسند فرماتا ہے۔ سچ یہ کہ جسے اللہ دوست رکھے وہ دنیا و آخرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں جہاں میں سرفراز و بامراد ہوگا۔

واقعہ یہ کہ قرآن کے اس مثالی تصور عدل کو اگر لوگ عملی جامہ پہنائیں خواہ وہ کسی مذہب یا فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں تو مخالفت ونفرت محبت و ہمدردی میں بدل جائے گی، اور ٹوٹے ہوئے رشتے جڑ جائیں گے اور سماجی زندگی خوشگوار بن جائے گی۔ موجودہ ماحول میں عدل سے متعلق قرآن کی یہ تعلیم جملہ انسانیت کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے اور معاشرتی زندگی کی بہتری کے لیے بڑی کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔

قرآن کے تصور عدل کا یہ بھی ایک اہم پہلو ہے کہ عمومی طور پر تمام معاملات میں منصفانہ رویہ اختیار کرنے کی تعلیم کے ساتھ بعض امور میں انصاف برتنے پر خاص زور دیا گیا ہے۔ ان کا تعلق یا تو ایسے معاملات سے ہے جو انصاف دلانے یا نظام عدل کے اجراء میں موثر کردار رکھتے ہیں یا جو سماجی، معاشی و اجتماعی زندگی میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں شہادت یا گواہی دینی بھی شامل ہے جس سے نہ صرف بہت سے سماجی و مالی حقوق کا تحفظ وابستہ ہوتا ہے بلکہ دادرسی، انصاف طلبی اور حقوق کی بازیابی سے متعلق مختلف معاملات کا تصفیہ اسی پر مبنی ہوتا ہے اس لیے کہ عدالت کے توسط یا دوسرے ذرائع سے انصاف کے تقاضوں کی تکمیل بڑی حد تک گواہوں کے رویہ یا ان کی شہادت کی نوعیت پر منحصر ہوتی ہے اسی لیے قرآن کریم میں گواہوں کی صفتِ عدالت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے بلکہ شہادت کے معتبر یا قابل قبول ہونے کے لیے اسے ضروری شرط قرار دیا گیا ہے، دوسری جانب گواہوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بلاخوف وخطر حق کی گواہی دیں اور اس بات میں کسی خوف یا لالچ کو آڑے نہ آنے دیں اور صرف اللہ کی مرضی کو سامنے رکھیں اس لیے کہ یہ بڑا نازک واہم معاملہ ہے اور ظلم وزیادتی کا ازالہ اور انصاف کا حصول اس سے وابستہ ہے۔ قرآن میں وصیت، طلاق یا رجوع عن الطلاق کے وقت جہاں دولوگوں کو گواہ بنانے کی ہدایت ہے وہاں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ گواہ عادل ہونے چاہیے۔ اتفاق سے دونوں مقامات پر گواہی دینے والے کے لیے ''ذواعدل'' (صاحب عدل) کی صفت استعمال ہوئی ہے، سورہ طلاق کی آیت ملاحظہ ہو:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ۔ (الطلاق ۶۵/۲)

اور اپنے میں سے دو عادل شخص کو گواہ کرلو اور اللہ کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی ہو۔

اس کے علاوہ دیگر اور آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن نے گواہوں کی صفتِ عدالت کو بڑی اہمیت دی ہے بلکہ شہادت کی قبولیت کے لیے اسے ضروری شرط قرار دیا ہے۔ دوسری جانب گواہوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بلا خوف وخطر حق کی گواہی دیں اور اس باب میں کسی خوف یا لالچ کو نہ آڑے آنے دیں اور صرف رضائے الٰہی کو سامنے رکھیں۔ اس لیے کہ شہادت دینا بڑا نازک واہم معاملہ ہے اور ظلم وزیادتی کا ازالہ، انصاف کا حصول اور بہت سے سماجی ومعاشی حقوق کا تحفظ اس سے وابستہ ہے، یہی وجہ ہے کہ سچ بات کہنے اور جھوٹ سے پرہیز کرنے کی عام ہدایت (الاحزاب ۳۳/۷۰، الحج ۲۲/۳۰) کے علاوہ قرآن میں یہ تاکید بھی ملتی ہے کہ ٹھیک ٹھیک گواہی دو یا گواہی دینے میں سچائی سے کام لو (الطلاق ۶۵/۲)

سماج میں صحیح معنوں میں انصاف کا بول بالا اسی وقت ہوسکتا ہے اور سماجی زندگی کی خوشگواری میں اس کا رول یا کردار اسی صورت میں زیادہ موثر ہوسکتا ہے جب اہل حکومت بھی اس کے لیے سنجیدہ ہوجائیں اور بلا کسی تفریق تمام شہریوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں۔ جب کوئی کسی کی ظلم وزیادتی کے خلاف ان سے فریادرساں ہو تو بلا تاخیر اسے انصاف دلائیں خواہ فریق مخالف یا ظلم وزیادتی کرنے والا کتنے ہی اثر و رسوخ اور مال و دولت والا کیوں نہ ہو، اسی طرح جب ان کے سامنے کوئی مقدمہ یا معاملہ فیصلہ کے لیے پیش کیا جائے تو بلا کسی رورعایت انصاف کے مطابق فیصلہ کریں۔

حقیقت یہ کہ کسی بھی معاشرہ و ملک میں انصاف کرنے یا اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا تعلق عام لوگوں سے ہوتا ہے لیکن انصاف قایم کرنا یا اس بات کو یقینی بنانا کہ انصاف قایم کرنے والے ادارے اچھی طرح کام کرتے رہیں یہ کافی حد تک حکومت واہل حکومت سے متعلق ہوتا ہے۔ قرآن کریم انھیں بھی اصولِ انصاف پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا ہے اور یہ ہدایت دیتا ہے کہ بلا کسی امتیاز سب کے ساتھ انصاف کا معاملہ کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ (النساء۴/۵۸)

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

گویا اہل حکومت کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ جب وہ لوگوں کے درمیان کسی معاملہ میں فیصلہ کریں تو اس سے غرض نہ رکھیں کہ اصحاب معاملہ مسلم ہیں یا غیر مسلم، امیر ہیں یا غریب، طاقت ور ہیں یا کمزور، حمایتی ہیں یا مخالف، رشتہ دار ہیں یا اجنبی، بلکہ سب کے ساتھ بے لاگ انصاف کریں۔

قرآن کریم کی رو سے حکمرانوں کے لیے منصفانہ رویہ اختیار کرنا کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قیام عدل کو بعثت انبیاء کے بنیادی مقاصد میں شامل کیا گیا ہے اور ان کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ کتابِ الٰہی کی رہنمائی میں ظلم وزیادتی کے خاتمہ اور انصاف کے قیام کا اہتمام کریں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (الحدید۵۷/۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب و میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قایم رہیں۔

اور دوسری جگہ قرآن میں آپ ﷺ کا یہ اعلان بھی مذکور ہے:

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُم (الحدید۵۷/۲۵)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف قایم کروں۔

ان قرآنی نکات کی اہمیت اس پس منظر میں بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ لوگوں کو انصاف کی راہ پر چلانے اور اصولِ انصاف کا پیرو بنانے کے لیے ایک جانب دعوت و تبلیغ اور نصیحت و فہمائش ضروری ہے تو دوسری جانب عدلیہ کا قیام، مظلوموں کی دادرسی، مقدمات کے فیصلہ واس کے نفاذ اور ظلم و زیادتی کی روک تھام کے لیے اہل حکومت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توجہ و نگرانی، حکومت کا عملہ اور قوت نافذہ کا استعمال بھی درکار ہے۔ اس کے بغیر عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل اور معاشرہ میں امن وامان کا قیام ممکن نہیں۔

اوپر کے مباحث سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے انسانی معاشرہ کی تعمیر اور سماجی زندگی کی بہتری و خوشگواری کے لیے عدل و انصاف کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہ کتاب ہدایت یہ پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ روز مرّہ زندگی میں لوگوں سے برتاؤ، ان سے تعلقات و معاملات، مالی لین دین، مقدمات کے تصفیہ ہر باب میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ دوسری اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ قرآن نے عدل کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے اہل حکومت کو خصوصی تاکید کی ہے اس لیے کہ نظام عدل کے قیام سے متعلق بہت سے معاملات حکومت یا انتظامیہ سے منسلک ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ کہ آج ذاتی و ملی، قومی و بین الاقوامی ہر سطح پر عدل کے باب میں قرآن کریم کی روشن ہدایات کو پوری دیانت داری سے عملی جامہ پہنانے کی سخت ضرورت ہے۔ اسی سے انسانی حقوق کو تحفظ ملے گا اور معاشرتی زندگی میں امن وامان نصیب ہوگا۔ اس کے علاوہ سماجی زندگی کی بہتری کے لیے قرآن نے جو دوسرے اصول وضوابط وضع کیے ہیں ان پر سنجیدگی سے عمل پیرا ہو کر ہی ایک صالح وصحت معاشرہ تعمیر کیا جا سکتا ہے اور روزمرہ زندگی کو خوشگوار بنایا جا سکتا ہے۔ اللہ کرے قرآن کریم کی ہدایات کے مطابق ہماری زندگی بسر ہو اور ہم صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ اھدنا الصراط المستقیم

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

مالی معاملات میں قرآن کے مطالبات

قرآن کریم کی رہنمائی انسانی زندگی کے جملہ شعبوں کو محیط ہے۔ روزمرہ زندگی سے متعلق اس کی ہدایات وتعلیمات کو جاننا، سمجھنا اور ان پر عمل کرنا دراصل اس کے نزول کے مقصد کو پورا کرنا ہے۔ ہر صاحب ایمان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ شب وروز بسر کرتے ہوئے قرآن اس سے کیا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ سوال بڑا اہم ہے اور اس کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں (مذہبی واخلاقی، سماجی ومعاشی اور سیاسی وانتظامی) سے ہے۔ اس سوال کے جواب سے پورا قرآن بھرا پڑا ہے۔ اس باب میں خاص طور سے مالی معاملات سے متعلق قرآنی مطالبات کی وضاحت مقصود ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں معاشی پہلو یا مالی معاملات کی کافی اہمیت ہے بلکہ یہ دوسرے شعبوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ ان سے متعلق قرآنی ہدایات وتعلیمات کی اہمیت ومعنویت اس وجہ سے اور بڑھ گئی ہے کہ موجودہ دور میں ان سے بے توجہی وغفلت زیادہ نظر آتی ہے بلکہ یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ ہماری عملی زندگی میں قرآنی احکام کی خلاف ورزی کی زیادہ مثالیں مالی معاملات سے متعلق ملتی ہیں۔ کسبِ مال میں جائز وناجائز کی رعایت، انفاق فی سبیل اللہ میں مسابقت، مال خرچ کرنے اور وسائل واسباب کے استعمال میں فضول خرچی ونمائش سے اجتناب، خرید وفروخت اور دوسرے معاملات میں دیانت داری، لین دین میں قول وقرار کی پابندی، مال میں مستحقین کے حقوق کی ادائیگی کے باب میں معاشرہ کی جو عام حالت ہے وہ بالکل واضح ہے۔ اس صورت حال میں اس ضرورت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ معاشی زندگی ومالی معاملات سے متعلق قرآنی تعلیمات کو بار بار یاد کیا جائے اور دوسروں کو یاد دلایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مال کمانا یا حصول معاش کے لیے کوشش کرنا قرآن کی نظر میں نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے اس لیے کہ اس کا تعلق جان کی حفاظت یا زندگی کی بقا سے ہے جو دین اسلام میں عین مطلوب ہے۔ قرآن کی نگاہ میں معاش کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اسے اللہ کے فضل سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض آیات میں مال کو ''خیر'' کہا گیا ہے (البقرہ ۲/۲۱۵، ۲۷۲)۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں کسبِ مال یا حصولِ معاش کی ترغیب دی گئی ہے وہاں اس انداز میں خطاب ملتا ہے کہ اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ (القصص ۲۸/۷۳)

اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمہارے لیے رات ودن کو بنایا ہے کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اس کے فضل کے طالب بنو۔

وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ (بنی اسرائیل ۱۷/۱۲)

اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کے فضل کے لیے کوشش کرو۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ (الجمعہ ۶۲/۱۰)

اور جب (جمعہ کی) نماز ختم ہوجائے تو زمین میں بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

معاش کو فضل اللہ یا فضلِ رب کہہ کر قرآن نے انسان کو یہ حقیقت یاد دلائی کہ یہ محض اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اسے بے شمار ذرائع معاش عطا کیے۔ آسمان، زمین وسمندر کو قدرتی وسائل سے مالا مال کیا اور انسان کو ان سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت بھی بخشی۔ بر و بحر میں سفر کی سہولیات مہیا کیں۔ ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ معاشی زندگی کی تگ ودو میں اللہ کو یاد کیا جائے۔ مال واسباب کے حصول پر اس کا شکر ادا کیا جائے اور اسی کی مرضی کے مطابق ان چیزوں کو استعمال کیا جائے۔ بعض آیات میں واضح طور پر ''فضل الٰہی'' نصیب ہونے پر شکر گزاری کی تعلیم دی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَo (الروم۳۰/۴۶)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو (اپنے ابر رحمت کی) خوش خبری دینے والی بنا کر اور تا کہ وہ تم کو اپنی رحمت سے نوازے اور تا کہ کشتیاں اسی کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور شکر ادا کرو۔

بلا شبہ مال بھی ایک نعمت ہے اس کے میسر ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے تو اس میں اور اضافہ ہوگا اور منعم حقیقی سے تعلق مزید مضبوط ہوگا۔فرمان الٰہی ملاحظہ ہو:

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم۱۴/۷)

اور جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔

قرآن نے کسبِ مال یا معاش کے لیے جدوجہد کی ترغیب ضروری ہے لیکن اس میدان میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے کچھ اصول وضوابط مقرر کیے ہیں اور ان کی پابندی کی ہدایت دی ہے۔حصول معاش کے ضمن میں قرآن کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ جو کچھ مال یا سامان حاصل کیا جائے وہ جائز ذریعہ سے ہو اور جو چیز حاصل کی جائے وہ خود پاک ہو نجس نہ ہو۔یعنی قرآن کی نظر میں یہ مطلوب ہے کہ مال کے حصول کا طریقہ صحیح ہو اور اس کے ذریعہ جو چیز حاصل کی جائے وہ پاک بھی ہو۔ذیل کی آیات سے یہی سبق ملتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌo (البقرہ۲/۱۶۸)

اے لوگو زمین میں جو حلال و پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستہ پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَo (المائدہ۵/۸۸)

اور جو کچھ اللہ نے تمہیں حلال و پاک روزی دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالاً طَيِّباً وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝ (النحل ۱۱۴/۱۶)

اللہ نے جو چیزیں تمہیں حلال و پاکیزہ دے رکھی ہیں انہی میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صحیح معنوں میں اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

ان آیات میں بار بار حلال روزی کے استعمال کی ہدایت دی گئی ہے۔ ظاہر ہے حلال وہی چیز ہوگی جو جائز طریقے سے حاصل کی گئی ہوگی۔ قرآن کی اس ہدایت سے مقصود ہے کہ نہ تو ناحق کسی کا مال لیا جائے اور نہ اس کے حصول کے لیے جھوٹ، فریب وخیانت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ درحقیقت قرآن نے یہ کہہ کر تمام ناجائز ذرائع معاش پر پابندی لگادی کہ لوگو آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلاَ تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ ۱۸۸/۲)

اور نہ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقہ سے نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے انہیں اس غرض سے پیش کرو کہ تمہیں دوسرے کے مال کا کوئی حصہ جان بوجھ کر ناجائز طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ باطل طریقہ سے مال کھانے کی ممانعت میں وہ تمام طریقے آگئے جس میں ناجائز طریقہ سے دوسروں کے مال پر قبضہ کیا جاتا ہے یا کسی کے مال سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ ان میں خیانت، چوری، غارت گری، جوا، سود، رشوت، جھوٹ، جھوٹی گواہی، فریب ودغابازی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ قرآن کریم نے ان کو علیحدہ بھی ذکر کرکے ان کے برے انجام سے متنبہ کیا ہے اور ان سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے۔ اوپر کی آیت میں یہ خصوصی ہدایت بھی دی گئی ہے کہ کسی کے مال یا جائداد پر اپنی ملکیت کا حق قائم کرنے کے لیے کسی حاکم کے سامنے جھوٹا مقدمہ نہ قایم کیا جائے اور نہ حاکم کو رشوت دے کر ناجائز مالی فائدہ اٹھانے یا کسی کا مال ہڑپنے کی کوشش کی جائے۔ گویا مال وجائداد کے حصول کے لیے ان ناجائز ذرائع (جن کا چلن عام ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ کسبِ مال یا حصولِ زر کے ناجائز ذرائع بہت سے ہیں لیکن ان سب پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان میں سے بیشتر کی جڑ بے ایمانی یا خیانت ہے۔ قرآن نے اپنی ہدایات وتعلیمات کے ذریعہ سے اس پر ضرب کاری لگائی ہے اور اس سے کلی اجتناب کا حکم دیا ہے اور اسے ان کاموں میں شامل کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ سخت ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (الانفال ۸/۲۷)

اے ایمان والو! جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہو۔

ظاہر ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کا مطلب ہے ان کے حکم سے سرتابی کرنا اور ان کی مرضی کے خلاف کام کرنا۔ اس آیت میں امانت میں خیانت کرنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ مفسرین نے عام طور پر اس آیت میں امانت سے بہت وسیع معنی مراد لیا ہے اور اس میں عہد و پیمان، قول وقرار، عہدہ ومنصب اور فطری وعلمی صلاحیت سب کچھ شامل کیا ہے۔ لیکن اس کا جو ظاہری اصل مفہوم (مالی امانت) ہے اس کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہوگا اور پھر مالی امانت میں بہت سی چیزیں شامل ہیں جیسا کہ آنے والی تفصیلات سے واضح ہوگا۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ امانت کا ضد خیانت ہے۔ عام طور پر کسی کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے مال یا سامان میں خرد برد کرنے یا اسے پوری طرح ہڑپ کر لینے کو خیانت سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ ملازمت یا اجرت پر کام کرتے ہوئے اس کے جو مقررہ اوقات ہیں ان کی پابندی نہ کرنا یا ڈیوٹی کے اوقات میں اپنا کوئی کام کرنا یا مفوضہ ذمہ داری کی انجام دہی میں غفلت ولاپرواہی برتنا یہ سب خیانت میں شامل ہے۔ اسی طرح ایک مزدور یا ملازم کی جو تنخواہ مقرر ہے اس سے کم ادا کرنا بھی خیانت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام حرکتیں ذریعہ معاش کو ناجائز اور آمدنی کو حرام بنا دیتی ہیں۔ یہاں یہ واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے کہ قرآن کریم کی دو آیتوں (النساء۴/۱۰۷، الحج۲۲/۳۸) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خیانت میں ملوث ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا (النساء۴/۱۰۷) — اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خیانت کرنے والے ہیں اور گنہ گار ہیں۔

مزید براں قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ خیانت کرنے والے اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی حمایت کی جائے یا ان کی طرف سے دفاع کیا جائے، اس لیے کہ وہ بددیانت ہیں اور اللہ رب العزت کی نگاہ میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن کی ہدایت یہ ہے:

وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا (النساء۴/۱۰۵) — اور تم خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔

ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خیانت یا بددیانتی کے ذریعہ جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ نہ صرف ناجائز ہے بلکہ اس کے بہت سے برے اثرات بھی مترتب ہوتے ہیں۔ خرید وفروخت کرتے وقت ناپ تول میں کمی کرنا کھلی ہوئی خیانت وبددیانتی ہے۔ قرآن نے اس بری حرکت کی سخت ممانعت کی ہے اور ٹھیک ٹھیک ناپنے وتولنے کی ہدایت دی ہے اس لیے کہ تجارتی دیانت کا تقاضا یہی ہے اور حق وانصاف کا بھی یہی مطالبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (بنی اسرائیل۱۷/۳۵) — اور پورا پورا ناپو جب تم ناپو اور ٹھیک ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوب تر ہے۔

فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (الاعراف۷/۸۵) — اور ٹھیک ٹھیک ناپو اور تولو اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو۔

ان کے علاوہ متعدد دیگر آیتوں (الانعام۶/۱۵۲، ہود۱۱/۸۵، الشعراء۲۶/۱۸۲، الرحمٰن۵۵/۸-۹) میں تقریباً یہی ہدایت دی گئی ہے۔ مزید برآں ایک آیت (المطففین۸۳/۱-۳) میں ناپ تول میں کمی کو انجام کے اعتبار سے تباہی وبربادی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باعث قرار دیا گیا ہے۔

درحقیقت ناپ تول میں کمی کرنا لین دین میں خیانت کی ایک بدترین صورت ہے۔ اس کے بارے میں نہایت واضح ممانعتی حکم کے ذریعہ قرآن نے تجارت، بزنس یا لین دین کے ان تمام طریقوں کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کر دیا جن میں دھوکہ دھڑی، فریب، حقیقت پوشی اور عہد شکنی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن نے سود، جوا، رشوت وغصب جیسے ان تمام ذرائع آمدنی کو ناجائز قرار دیا جن میں ضرورت مندوں کا استحصال، طاقت ومنصب کا ناجائز استعمال پایا جاتا ہے یا جو معاشرتی واخلاقی خرابیوں کو جنم دیتے ہیں اور معاش کے جائز ومفید ذرائع کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ بخوبی معروف ہے کہ سود میں محتاجوں وضرورت مندوں کا استحصال ہے، قرآن کے حکمِ انفاق کی خلاف ورزی ہے، انسانی ہمدردی وبھلائی کے جذبہ کی نفی ہے۔ یہ دولت کے سمٹاؤ کا ذریعہ ہے اور اس سے روایتی معاشی اداروں کی سرگرمیوں پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کی نظر میں یہ سوچنا یا سمجھنا شیطانی وسوسہ یا حربہ ہے کہ سود تو ایک بزنس ہے یا خرید وفروخت کی ایک صورت ہے، اس میں کیا حرج ہے۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شیطان کے اثر سے اپنے حوش وحواس کھو چکا ہے اور اس میں غلط وصحیح کی تمیز باقی نہیں رہی۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع یا خرید وفروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کی حرمت کا قطعی طور پر اعلان کیا ہے (البقرہ ۲/۲۷۵)۔ جوا کے بارے میں بھی یہ ارشاد ہوا کہ یہ شیطانی اعمال میں سے ہے۔ لہٰذا ان سے دور رہو۔ قرآن کے حوالے سے یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس لیے اس کے اشارہ پر چلنے میں بہرصورت انسان کی تباہی وناکامی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (المائدہ ۵/۹۰)	اے مومنو! شراب اور جوا اور آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچے رہو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیت کے آخری حصہ نے یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ ان برائیوں (جن میں جوا بھی شامل ہے) سے احتراز میں ہی انسان کے لیے خیر وفلاح ہے۔

آخر میں اس بات کی طرف اشارہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تجارت، خرید و فروخت، لین دین اور دوسرے مالی معاملات میں بددیانتی یا بدعنوانی کا ایک بہت بڑا ذریعہ جھوٹ ہوتا ہے۔ جھوٹ بول کر خریدار یا دوسرے اصحابِ معاملات کو فریب کا شکار بنایا جاتا ہے اور ان سے ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ قرآن نے اس سے اجتناب کی سخت ہدایت دی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (الحج ۲۲/۳۰) اور بچے رہو جھوٹی بات سے۔

اس آیت میں ''زور'' سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زور کے مفہوم میں جھوٹ بولنا، خلافِ واقعہ کوئی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا سب کچھ شامل ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن میں نیک بندوں کے اوصاف میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے (الفرقان ۲۵/۷۲)

ان تمام تفصیلات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم نے جائز ذرائع آمدنی اختیار کرنے یعنی حلال کمائی پر خاص زور دیا ہے اور کسبِ مال کے ناجائز ذرائع اور حرام اموال کی نشاندہی کرکے مختلف پیرایہ میں ان سے بچنے کی تاکید کی ہے اور ان کے دنیوی واخروی دونوں نقصانات سے بھی باخبر کیا ہے۔ حرام مال کے استعمال کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ آمدنی یا مال سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ اس سے جسمانی وذہنی صلاحیت متأثر ہوتی ہے اور اس مال سے اولاد کی پرورش پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک بہت بڑی محرومی یہ ہاتھ آتی ہے کہ حرام مال استعمال کرنے والے کی دعا نہیں قبول ہوتی جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو اللہ پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ نے جس کام کا حکم پیغمبروں کو دیا تھا اسی کا حکم مومنوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے فرمایا ''تم سب پاک چیز کھاؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تم جو کچھ کرو گے میں اس سے واقف ہوں''۔ اور مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مومنو! ہم نے جو چیزیں تم کو عطا کی ہیں ان میں سے پاک چیزیں کھاؤ''۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے لمبا سفر اختیار کیا اور جس کے بال پریشاں و گرد آلود ہو رہے ہیں اور وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا ہے: اے پروردگار، اے پروردگار (یعنی دعا مانگ رہا ہے)، لیکن حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام، پینا بھی حرام ہے، لباس بھی حرام ہے اور غذا بھی حرام۔ پھر کیوں اس کی دعا قبول ہو سکتی ہے''۔[۱]

قرآن کریم میں مال کھانے کے ساتھ ساتھ مال خرچ کرنے کے اصول و آداب بھی واضح کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ مال بلا ضرورت نہ خرچ کیا جائے یعنی فضول خرچی نہ کی جائے۔ اس سے اجتناب کی ہدایت اس تنبیہ کے ساتھ دی گئی کہ ایسا کرنے والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ مال اللہ کی نعمت ہے اس کا بیجا استعمال اس نعمت کی ناشکری ہے اور انسانی حق تلفی بھی۔ اگر کوئی صاحبِ مال بلاضرورت اپنا مال خرچ کرتا ہے یا نمود و نمائش کی خاطر اپنی دولت لٹاتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے اور دوسروں کا بھی حق مارتا ہے اس لیے کہ اگر وہ فضول خرچی نہ کرتا تو اس کا مال بچتا جو اس کے اپنے یا اہل و عیال کے کام آتا اور اگر کارِ خیر میں خرچ کرتا تو دوسروں کا بھلا ہوتا اور اسے ثواب ملتا۔ اس طرح فضول خرچی کرنے والا بہر حال اپنے کو خسارہ میں ڈالتا ہے اور دوسروں کا بھی نقصان کرتا ہے اس ضمن میں قرآنی ہدایات ملاحظہ ہوں:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الاعراف ۷/۳۱)	کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو بے شک وہ (اللہ) فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۝ (بنی اسرائیل ۱۷/۲۶-۲۷)	(اور مال کو) بے جا نہ اڑاؤ بے شک مال کو بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں پہلی آیت اس لحاظ سے قابل غور ہے کہ جو چیزیں انسان کے بقا و تحفظ کے لیے ضروری ہیں ان کا استعمال نہ صرف مطلوب ہے بلکہ ان کا حکم دیا گیا ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ان کو بلاضرورت اور بے دریغ نہ خرچ کیا جائے، اس لیے کہ یہ نعمت کا ضیاع ہے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمتیں صحیح طور پر استعمال ہوں۔ خود اپنے کام آئیں اور دوسروں کی ضرورتیں اس سے پوری ہوں۔ دوسری آیت کا یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ اس میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے اور اس کی یہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ گویا فضول خرچی اللہ کی ناشکری ہے اور ایسا کرنا شیطان کی راہ پر چلنا ہے۔ شیطان کبھی نہیں چاہتا کہ انسان کوئی ایسا کام کرے جس سے اس کا فائدہ ہو یا دوسروں کا بھلا ہو۔ وہ خود ناشکرا ہے اور انسان کو ناشکری پر ابھارتا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن فضول خرچی کی طرح بخل کے بھی سخت خلاف ہے۔ ضرورت کے باوجود مال نہ خرچ کرنا اور اسے روکے رکھنا بھی قرآن کی نظر میں ایک نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس سے بھی اللہ کی ناشکری ہوتی ہے اور دوسروں کا حق مارا جاتا ہے۔ بخل کرنے والا نہ تو اپنے اوپر مال خرچ کرتا ہے اور نہ گھر والوں پر۔ وہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنے سے بھی ہاتھ روکے رکھتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے کو خسارہ میں ڈالتا ہے اور کار خیر کے ثواب سے بھی محروم رہتا ہے۔ دراصل اسلام اعتدال کی راہ پسند کرتا ہے۔ نہ تو وہ صاحب مال سے یہ چاہتا ہے کہ وہ سب کچھ لٹا دے یا دوسروں کو دے ڈالے اور وہ خود آخر میں محتاج و درماندہ بن کر رہ جائے اور نہ ہی اس کی نظر میں یہ بات پسندیدہ ہے کہ انسان مال خرچ کرنے سے ہاتھ کو اس طرح روکے کہ خود اپنی ضرورت بھی نہ پوری کر سکے اس سلسلہ میں اللہ کی ہدایت یہ ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (بنی اسرائیل ۱۷/۲۹)

اور نہ اپنے ہاتھ کو گردن میں باندھے رکھو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہ) اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو (کہ سب کچھ دے ڈالو) اور ملامت زدہ و عاجز بن کر رہ جاؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی نظر میں اللہ کے نیک بندوں کی روش یہ ہے:

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً ○ (الفرقان ۲۵/۶۷)

اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی وبخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کے درمیان بیچ کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

بعض اوقات بخیل یہ سوچتے ہیں کہ اگر مال خرچ کرنے کے بجائے اسے بچائیں گے اور اسے جمع رکھیں گے تو یہ ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔ قرآن نے اس سوچ کو غلط قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ جو مال نہ اپنے کام آئے اور نہ دوسروں کے، اس میں کیا خیر ہوسکتا ہے۔ دوسرے بخل سے وہ مقصد نہیں پورا ہوتا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال کی یہ نعمت عطا کی ہے۔ تیسرے آخرت میں بخل کا جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا وہ ان سب کے علاوہ ہے اور قرآن کی رو سے وہ بڑا تکلیف دہ ہوگا جیسا کہ اس آیت سے اشارہ ملتا ہے:

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ○ (آل عمران ۳/۱۸۰)

اور جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ بخل میں ان کے لیے خیر ہے یہ ان کے حق میں بری شئ ہے۔ جس چیز میں وہ بخالت کریں گے اس کا قیامت کے دن ان کو طوق پہنایا جائے گا اور اللہ ہی کے لیے آسمان وزمین کی میراث ہے اور اللہ ان تمام اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

آیت کے آخری حصہ میں یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ زمین وآسمان کے سارے خزانے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب بندہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنا مال خرچ کرے گا تو وہ اسے اور عطا کرے گا اور اس کے بچے ہوئے مال میں برکت دے گا۔ مقصد یہ کہ صاحب مال کے لیے خیر وفلاح حکمِ الٰہی کے مطابق مال خرچ کرنے میں ہے نہ کہ اسے روکنے یا جمع کرنے میں۔ یہ آیت اسی حقیقت کی ترجمان ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ (التغابن ۶۴/۱۶-۱۷)

اور سنو و فرماں برداری بجالاؤ اور (اپنے مال کو نیک کاموں میں) خرچ کرو۔ یہ تمہارے لیے باعث خیر ہے اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے وہی کامیاب ہیں۔

انفاق کے بارے میں قرآن کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ اس سے مقصود صرف رضائے الٰہی ہو۔ مال اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ملتا ہے۔ یہ اس کی ربوبیت ورزاقیت کا فیض ہے اس لیے اسے اسی کے حکم کے مطابق اور اسی کی رضا کے لیے خرچ کیا جائے۔ درحقیقت اجر کثیر کا استحقاق اخلاصِ نیت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ٥ (الروم ۳۰/۳۹)

اور جو زکوۃ تم لوگ دیتے ہو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو یہی لوگ ہیں جو (اللہ کے یہاں) اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں۔

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ٥ (البقرہ ۲/۲۷۲)

جو مال بھی خرچ کرو گے وہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور نہ خرچ کرو مگر اللہ کی خوشنودی کے لیے اور جو مال بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا کر دیا جائے اور تمہارے حق میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

ایک آیت میں اہل ایمان کی یہ روش بیان کی گئی ہے کہ وہ محض رضاء الٰہی کی طلب میں غرباء ومساکین کی مدد کرتے ہیں اور وہ ان سے کسی بدلہ کے طلب گار نہیں ہوتے۔ متعلقہ آیت ملاحظہ ہو:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُوراً ○ (الدہر ۷۶/۸-۹)

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں و قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تمہیں محض اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ چاہتے ہیں کہ تم ہماری شکر گزاری کرو۔

ان تمام آیات سے یہی قرآنی نکتہ سامنے آتا ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک اسی انفاق (یا نیک کام کے لیے مال خرچ کرنے) کی قدر و قیمت ہے جس سے صرف رضائے الٰہی مقصود ہو اور کوئی دنیوی غرض وابستہ نہ ہو۔

اسی ضمن میں انفاق سے متعلق قرآن کی اس تعلیم کا ذکر بھی برمحل معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ریا و نمود کا شائبہ نہ ہو یعنی مال خرچ کر کے نمائش یا شہرت مقصود نہ ہو۔ یہ در اصل مذکورہ بالا اصول پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ ہے اس لیے کہ جب مال کے ذریعہ کار خیر میں شرکت صرف اللہ کی رضا کے لیے ہوگی تو اس میں ریا و نمود کی آمیزش کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ انفاق کرتے وقت اس سے اجتناب پر خاص طور سے زور دینے کی وجہ یہ انسانی کمزوری ہے کہ وہ شہرت و نمائش کو پسند کرتا ہے اور اس کے لیے بسا اوقات مال و دولت کو بھی استعمال کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے وہ لوگ اللہ کی نگاہ میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں جو ریا و نمود کے لیے انفاق کرتے ہیں۔ یہ لوگ در اصل شیطان کی رفاقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ○ (النساء ۴/۳۸)

اور وہ لوگ بھی (اللہ کو ناپسند ہیں) جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور آخر میں یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ روز آخر پر۔ شیطان جس کا رفیق ہوا سے بہت بری رفاقت میسر ہوئی۔

آیت کا آخری حصہ اس لحاظ سے قابل غور ہے کہ اسراف کی طرح ریا و نمود کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی شیطان سے قربت کا شاخسانہ قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ شیطان (جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا) کبھی نہیں جانتا کہ انسان نیک کام کرے اور وہ مقبول ہو اس لیے وہ اسے دکھاوے کے کام پر بھی ابھارتا ہے جو اسے انجام کے اعتبار سے غارت کر دیتا ہے۔ ایک دوسری آیت سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ دکھاوے کے لیے خرچ کرنا انفاق کے عمل یا صدقہ وخیرات کو ضایع کر دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُـواْ لاَ تُبْـطِـلُـواْ صَـدَقَـاتِـكُـم بِالْمَنِّ وَالأذَى كَالَّذِي يُـنفِقُ مَالَهُ رِئَاء النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ۝ (البقرہ ۲/۲۶۴)

اے ایمان والو اپنے صدقات احسان جتا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ یوم آخر پر۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ احسان جتانے اور ایذا رسانی کے علاوہ ریا ونمود سے بھی صدقہ وخیرات کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کے مطابق انفاق کے اصول وآداب میں یہ بھی ہے کہ اچھا مال خرچ کیا جائے یعنی کسی کو نقد کی صورت میں مدد کرنی ہو تو اسے کھوٹے سکے یا کٹے پھٹے نوٹ نہ دیے جائیں یا کسی کو کوئی چیز دینی ہو تو ایسی چیز نہ دی جائے جو بالکل پرانی ہو چکی ہو اور استعمال کے قابل بھی نہیں ہے۔ اس ضمن میں قرآن کی واضح ہدایت یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَاتِ مَـا كَسَبْتُـمْ وَمِـمَّـا أَخْـرَجْنَا لَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَلاَ تَيَـمَّـمُـواْ الْـخَبِيـثَ مِنْهُ تُـنـفِـقُـونَ وَلَسْـتُـم بِـآخِـذِيـهِ إِلاَّ أَن تُـغْـمِـضُـواْ فِيهِ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (البقرہ ۲/۲۶۷)

اے مومنو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے اچھی اور پاک چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اس میں سے خراب چیز کا (دینے کے لیے) قصد نہ کرو (کہ وہی چیز اگر تمہیں دی جائے) تو تم اس کے لینے والے نہ ہو بلکہ اس سے اعراض کرو، اللہ بے نیاز ہے اور ہر حال میں قابل تعریف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں طیب مال خرچ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ طیب سے مراد (جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے) وہ مال ہے جو جائز ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہے اور وہ مال بجائے خود پاک و اچھا ہو۔ یعنی گھٹیا و بے وقعت نہ ہو۔ قرآن نے یہ کہہ کر اس ہدایت کو اور موثر بنا دیا کہ ایسی خراب چیز کسی غریب یا ضرورت مند کو نہ دی جائے کہ اگر وہی چیز اسے دی جائے تو وہ اسے لینا پسند نہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمدہ مال یا اچھی چیز انسان کو محبوب ہوتی ہے اسے اپنے سے جدا کرنے یا دوسروں کو دینے میں سخت آزمائش ہوتی ہے۔ اسی لیے اس عمل کو نیکی کا اعلیٰ مقام قرار دیا گیا ہے کہ کوئی اپنا محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران ۳/۹۲)

تم نیکی (کے اعلیٰ مقام) کو ہرگز نہیں پہنچ سکو گے جب تک وہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمہیں عزیز ہیں۔

ایک حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ ای الصدقۃ اعظم فقال ان تصدق وانت صحیح شحیح، تخشی الفقر وتامل الغنی۔[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کون سا صدقہ (اجر کے لحاظ سے) سب سے بڑا ہے جواب میں فرمایا کہ وہ صدقہ جو تم اس حال میں کرو کہ تم تندرست ہو۔ بخل تم پر غالب ہو۔ افلاس کا اندیشہ ہو اور دولت مندی کی خواہش ہو۔

ظاہر ہے کہ انسان اس چیز کا حریص یا خواہش مند ہوتا ہے جو پسندیدہ ہوتی ہے اور اچھی لگتی ہے۔

انفاق کے باب میں قرآن کی یہ ہدایت بھی بہت اہم ہے کہ کسی پر صدقہ وخیرات کر کے یا کسی محتاج کی مدد کر کے اس پر احسان نہ جتایا جائے اور نہ ہی اسے ستایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کوئی شخص صدقہ وخیرات کرتا ہے یا کسی پر اپنا مال خرچ کرتا ہے تو اس پر احسان نہیں کرتا بلکہ یہ غریب یا محتاج کا حق تھا جسے ادا کرنے کی اسے توفیق نصیب ہوئی۔ بلکہ دینے والے کو محتاج کا احسان مند ہونا چاہیے کہ وہ اس کے توسط سے ایک حق کی ادائیگی سے سبک دوش ہوگیا اور اجر کثیر کا مستحق بنا۔ سچ پوچھئے تو کسی کو کچھ دے کر احسان جتانے والا یا اسے تکلیف پہنچانے والا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتا ہے۔ اس آیت کی تشریح وترجمانی اوپر گزر چکی ہے کہ اے ایمان والو اپنے صدقات احسان جتا کر اور تکلیف دے کر خاک میں نہ ڈالو۔ دراصل احسان یا ایذا رسانی محتاجوں کی تحقیر اور غرباء کے عزتِ نفس کی پامالی ہے جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دیتا۔ وہ تو اس بات کو بھی گوارا نہیں کرتا کہ کسی سائل کو جھڑکا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا صاف صاف حکم ہے:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ ۹۳/۱۰) اور مانگنے والے کو جھڑکو نہیں۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ڈانٹنے وجھڑکنے کے بجائے ان سے بھلی بات کہی جائے اور اگر انہیں کچھ نہ دینا ہو تو خوش اسلوبی سے ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ اس آیت سے یہی سبق ملتا ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ۝ (البقرہ ۲/۲۶۳) بھلی بات کہنا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے تکلیف ہو اللہ بے نیاز اور بردبار ہے۔

قرآن کریم نے محتاجوں ونادار وں کے باب میں نرم روی، کشادہ دلی واعلیٰ ظرفی کو کس قدر اہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس قرآنی ہدایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہل ثروت کسی حاجت مند کی مدد اس وجہ سے نہ ترک کردیں کہ اس سے کوئی نازیبا حرکت صادر ہوجائے یا اس کی کوئی بات ناگوار خاطر ہوجائے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ اور تم میں جو صاحب فضل ووسعت ہوں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور۲۴/۲۲)

دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ کی مدد نہ کریں گے انہیں معاف کر دینا چاہیے اور درگذر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

بعض مفسرین نے ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں اس آیت کی جو تشریح کی ہے اس سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ اگر کوئی مالدار کسی ضرورت مند کی مدد کرتا رہا ہے اور پھر وہ موخر الذکر سے کسی بات پر ناراض ہو جائے تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کی مدد جاری رکھے اور اس شخص سے ناراضگی کی وجہ سے اپنا ہاتھ نہ روک لے بلکہ ایسے موقع پر عفو و درگذر سے کام لے۔ قرآن نے آیت کے آخر میں جس موثر انداز میں معاف کر دینے کی تعلیم دی ہے وہ بھی قابل توجہ ہے۔ یعنی جس طرح ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو بخش دے اسی طرح انسان کو چاہیے کہ وہ دوسرے انسان کی غلطی معاف کرنے میں اعلیٰ ظرفی سے کام لے۔

محتاجوں کے سلسلہ میں ہمدردانہ و فراخدلانہ رویہ اختیار کرنے کی ہدایت اس آیت سے بھی ملتی ہے جس میں مقروض سے متعلق اہل ثروت کو ہدایت دی گئی ہے۔ مقروض بھی بہر حال ضرورت مند ہوتے ہیں۔ اس ہدایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مقروض تنگ دستی کی وجہ سے قرض کی ادائیگی سے قاصر ہیں اور اس کے لیے کچھ مہلت چاہتے ہیں تو قرض دینے والے کو چاہیے کہ وہ انہیں مہلت دے دیں اگر وہ انہیں بالکل معاف کر دیں تو یہ ان کے حق میں مزید بہتر ہوگا۔ متعلقہ آیت ملاحظہ کریں۔

وَإِن كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ۲/۲۸۰)

اور اگر مقروض تنگ دست ہوں تو گنجائش ہونے تک انہیں مہلت دو اور اگر مقروض کو (بالکل) بخش دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم اس حقیقت کو سمجھنے والے ہو جاؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت کا آخری حصہ دل و دماغ کو اپیل کرنے والا اور خیر کی راہ میں مسابقت کی دعوت دینے والا ہے۔

انفاق یا بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کے اصول و آداب بیان کرنے کے علاوہ قرآن نے مختلف آیات میں ان افراد کی نشاندہی کی ہے جو ایک شخص کے مال میں اپنا حق رکھتے ہیں یا جن پر مال خرچ کرنا قرآن کی نظر میں مطلوب ہے۔ قرآن کی متعلقہ آیات پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صاحب مال کے مال میں سب سے پہلے والدین، گھر والے اور رشتہ دار اپنا حق رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۝ (البقرہ ۲/۲۱۵)

کہہ دیجئے جو مال بھی تم خرچ کرو اس کے مستحق (درجہ بدرجہ) ماں باپ اور رشتہ دار ہیں، پھر یتیم، مسکین اور مسافر ہیں۔

اس کے علاوہ متعدد آیات (بقرہ ۲/۸۳، النساء ۴/۳۶، الانعام ۶/۱۵۱، العنکبوت ۲۹/۸، بنی اسرائیل ۱۷/۲۳، احقاف ۴۶/۱۵) میں والدین کے ساتھ احسان (بھلائی کرنے) کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷/۲۳)

اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔

لفظ احسان کے مفہوم میں نیک برتاؤ، خوش گفتاری، دیکھ ریکھ، جسمانی مدد اور مالی اعانت سب کچھ شامل ہے۔ دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ اس نوع کی مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے فوراً بعد والدین کے ساتھ نیک سلوک کی ہدایت دی ہے۔ اس سے ان کے مقام و مرتبہ کی بلندی ثابت ہوتی ہے کہ انسانوں میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ والدین اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی دیکھ ریکھ پر مال خرچ کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو ان کے بارے میں وصیت کی (ووصینا الانسان بوالدیہ ۔لقمان ۱۴/۳۱) اسی طرح اولاد کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ان کے بارے میں وصیت کرتا ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ النساء ۱۱/۴) اور پھر ان کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وصیت یا نصیحت کا تعلق ان کے ساتھ نیک برتاؤ، خوش معاملگی اور ان کی نگہداشت سے ہے اور اس میں بجا طور پر ان پر مال خرچ کرنا بھی شامل ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کریں۔ ہم انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی (بنی اسرائیل ۱۷/۳۱) اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اولاد کی کفالت والد کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

بیویوں کے حقوق کے سلسلہ میں قرآن نے شوہروں کو اصولی طور پر یہ یاد دلایا کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ٥ (البقرہ ۲۲۸/۲)

اور ان عورتوں کے لیے دستور کے مطابق اسی طرح حقوق ہیں جس طرح دستور کے مطابق ان پر ذمہ داریاں ہیں۔

عورتوں کے حقوق میں ان کے مالی حقوق سرفہرست ہیں۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ شوہر پر بیوی کی کفالت فرض ہے یعنی شوہر اپنے وسائل سے بیوی کی رہائش، کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا نظم کرے۔ یہ نکتہ اس آیت سے مزید واضح ہوتا ہے جس میں عورت پر مرد کی فضیلت کی ایک وجہ واضح طور پر یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنا مال عورت پر خرچ کرتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ٥ (النساء ۳۴/۴)

مرد عورت کے نگراں ومحافظ ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے جو مالی حقوق مرد پر عائد ہوتے ہیں ان میں حق مہر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَ آتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً — اور عورتوں کے مہر خوشی خوشی ادا کرو۔

(النساء ۴/۴)

اس آیت میں لفظ "نحلة" (خوشی خوشی) معنی خیز ہے۔ اس سے شوہروں کے ذہن میں یہ حقیقت جاگزیں کرنی مقصود ہے کہ مہر کی ادائیگی کو بوجھ نہ سمجھیں بلکہ اس احساس کے ساتھ ادا کریں کہ یہ بیوی کے مسلمہ حق کی ادائیگی یا ایک اہم فریضہ کی بجا آوری ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ احساس ہوگا تو شوہر کو فطری طور پر خوشی ہوگی کہ وہ ایک فریضہ سے سبک دوش ہو گیا اور یہ سوچ کر بھی اسے خوشی ہوگی کہ یہ کسی اور کی نہیں بلکہ اس کے حق کی ادائیگی ہے جس کے ساتھ زندگی بھر رہنا ہے۔

جہاں تک اقرباء کے مالی حقوق کا تعلق ہے قرآن کی مذکورہ بالا آیت (البقرہ ۲/ ۲۱۵) میں والدین کے بعد انہیں کو مال کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ ایک دوسری آیت میں حسنِ سلوک کی تاکید کے ضمن میں والدین کے بعد رشتہ داروں کا ذکر ہے (النساء ۴/ ۳۶)۔ ایک مقام پر لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کی عمومی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین کی۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى (النحل ۱۶/ ۹۰) — بے شک اللہ تعالیٰ انصاف و حسن سلوک اور اقرباء کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔

ایک جگہ براہ راست خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا:

و آت ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ (بنی اسرائیل ۱۷/ ۲۶) — اور رشتہ دار، غریب اور مسافر (ہر ایک) کو اس کا حق دیتے رہو۔

متعدد آیات میں رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں ان کا مالی حق مقدم ہے خاص طور سے ان اقرباء کے سلسلہ میں جن کی مالی حالت اچھی نہیں ہے اور وہ اعانت کے مستحق ہیں قرآن و حدیث دونوں میں صلہ رحمی پر خاص زور دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے رشتوں کو جوڑنے و مضبوط کرنے کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ رشتہ داروں میں جو غریب ومحتاج ہوں ان کی ہر ممکن مدد کی جائے اور اپنے مال میں انہیں شریک کیا جائے واقعہ یہ ہے کہ والدین وگھر والوں کے بعد رشتہ دار ہی سب سے زیادہ قریبی ہوتے ہیں۔ وہ خوشی وغم میں شریک رہتے ہیں اور ضرورت پر کام آتے ہیں اس لیے وہ خاص طور سے اس کے مستحق ہیں کہ ان کے ساتھ ہمدردی کا رویہ اختیار کیا جائے اور ضرورت پڑنے پر ان کی مالی اعانت میں فراخدلی کا مظاہرہ کیا جائے۔

مزید برآں قرآن کریم میں ترکہ کی تقسیم کے وقت بھی اقرباء کا خیال رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے اس ضمن میں خاص طور سے ان اقرباء کا ذکر کیا گیا ہے جو شرعی نقطہ نظر سے وراثت کے حقدار نہیں ہوتے، انہیں ترکہ میں سے کچھ دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کی اس آیت سے یہی درس ملتا ہے:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُوْلُواْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً (النساء ۴/۸)	اور جب تقسیم کے وقت (وراثت سے محروم) رشتہ دار، یتیم ومسکین آئیں تو اس میں سے ان کو بھی کچھ دے دو اور ان سے خوش اسلوبی سے کلام کرو۔

آیت کے آخری حصہ میں پھر یہ قیمتی سبق یاد دلایا گیا ہے کہ وراثت سے محروم اقرباء اور دوسرے حاجت مند لوگ تقسیم ترکہ کے وقت حاضر ہوں تو ان پر ناگواری نہ ظاہر کی جائے اور نہ زجر وتوبیخ کی جائے بلکہ ان سے خوش کلامی کا مظاہرہ کیا جائے اور اگر کسی وجہ سے انہیں ترکہ میں سے کچھ دینے کی گنجائش نہ ہو تو بھی ان سے بھلی بات کہی جائے۔

یہاں یہ وضاحت مناسب و برمحل معلوم ہوتی ہے کہ والدین، اہل خاندان اور اعزہ واقرباء کے مالی حقوق کے سلسلہ میں ان کا حق وراثت بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس کی ادائیگی کی طرف قرآن نے بار بار توجہ دلائی ہے۔ اس حق کی ادائیگی اس وجہ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس سلسلہ میں غفلت وکوتاہی عام ہے۔ دوسرے یہ بات محتاج تفصیل نہیں کہ کمزور وارثین کے حقوق کی پامالی کے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں۔ قرآنی آیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس بات پر زور ملتا ہے کہ ترکہ میں جس کسی کا بھی حق ثابت ہے اس کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے اور اس ضابطہ کے مطابق ادا کیا جائے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔ یہاں یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ میت کے ترکہ میں وارثین کے حق یا حصہ کے بیان میں دو لفظ (نصیباً مفروضاً، فریضةً من الله) استعمال کیے گئے ہیں جو خاص طور سے قابل غور ہیں۔ ان الفاظ سے دو باتیں ذہن نشین کرانی مقصود ہیں۔ اول یہ کہ قرآن میں ورثہ کا جو کچھ حصہ بیان کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے، دوسرے یہ کہ اس کی ادائیگی فرض ہے۔ یعنی ترکہ میں حصہ متعین کرتے وقت نہ تو کسی کی من مانی چلے گی اور نہ اس کی ادائیگی میں تساہلی روا ہوگی۔

وراثت میں حصہ داروں کے حق کے سلسلہ میں قرآن کی بنیادی آیت یہ ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً (النساء ۴/۷)

مردوں کا اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورتوں کا بھی اسی مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا خواہ تھوڑا ہو یا بہت یہ اللہ کے مقرر کردہ حصے ہیں۔

اس آیت میں ایک اصولی بات یہ واضح کی گئی ہے کہ ترکہ میں عورتوں و مردوں دونوں کا حصہ ہے۔ والدین کے علاوہ رشتہ دار بھی اس کے حق دار ہیں، دوسرے اس حق کی ادائیگی کے وقت یہ بات ذہن میں رہے کہ ورثہ کے ساتھ یہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ یہ ان کا حق تھا جو انہیں دیا جا رہا ہے۔ دوسرے ہر وارث کا جو حصہ مقرر ہے وہ ذات علیم، خبیر وحکیم کے علم وحکمت پر مبنی ہے۔ اسی کے مطابق وراثت کی تقسیم میں خیر و برکت ہے۔ اللہ رب العزت ہی کو اس بات کا صحیح صحیح علم ہے کہ کون وارث مورث سے زیادہ قربت رکھتا ہے اور کون کتنے میراث کا مستحق ہے اور کس کو کتنا دینا نفع بخش رہے گا۔

آیت کے آخری حصہ میں اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ ضابطہ کے مطابق اس کی تقسیم کو یقینی بنایا جائے۔ یہ تاکید اس صورتحال میں زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہمیت رکھتی ہے کہ جب میت کا چھوڑا ہوا مال تھوڑا یا معمولی ہوتا ہے تو اس کی تقسیم سے غفلت برتی جاتی ہے۔ اس طرح تقسیمِ وراثت کے بعد کسی کے حصہ میں بہت کم مال آ رہا ہے تو اسے یونہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر تر کہ میں دو سو روپیہ تقسیم ہونا ہے یا دو ہزار، تقسیم کے لیے اہتمام میں دونوں برابر ہیں۔ اس طرح کسی کے حصہ میں پانچ روپیہ آتا ہے یا پانچ سو۔ ادائیگی کی فرضیت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں روا رکھا جا سکتا۔

اوپر قرآن کریم کے حوالہ سے والدین، اہل خانہ و اقرباء کے مالی حقوق واضح کیے گئے۔ ان سب کے علاوہ معاشرہ کے ایک اور طبقہ کے افراد جن کے مالی حقوق قرآن میں بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں وہ یتامیٰ ہیں۔ یہ سماج کے انتہائی کمزور طبقات میں شمار ہوتے ہیں اور مالی حقوق کی پامالی کے زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ لوگ بڑی آسانی سے ان کے مال و اسباب کو غصب کر لیتے ہیں اور انہیں حق وراثت سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات خود ان کے ولی یا سرپرست نگرانی کے بہانے ان کے مال و جائداد میں خرد برد کرتے ہیں اور انتہائی بد دیانتی کا ثبوت دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس گھر میں کوئی یتیم ہوتا ہے سب سے پہلے اس گھر کے لوگوں بالخصوص ولی یا سرپرست کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کی دیکھ ریکھ کریں اور اس کے حقوق کا تحفظ کریں اور پھر پورا معاشرہ اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی طور پر یتیموں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے اور اس کی حق تلفی کرنے والوں کو اس سے باز رکھے۔ قرآن کی جن آیات میں یتامیٰ کے ساتھ حسنِ سلوک یا ان کے حقوق کا ذکر ہے ان میں سے بیشتر کا تعلق مالی حقوق سے ہے۔

قرآن میں بڑے واضح لفظوں میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ یتامیٰ کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے (النساء ۴/۱۹، ۳۸)۔ ان کے مال و اسباب کی دیانت دارانہ نگہداشت کی جائے (الانعام ۶/۱۵۲) ان کے مالی حقوق ادا کیے جائیں اور ان کی ہر ممکن مدد کی جائے (البقرہ ۲/۲۱۵، النساء ۴/۸) ان کا مال بقدر ضرورت خرچ کیا جائے (النساء ۴/۶) ان کے مال سے بیجا فائدہ نہ اٹھایا جائے (الانعام ۶/۱۵۲، النساء ۴/۶) سن شعور کو پہنچنے پر ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مال ان کے حوالہ کر دیا جائے (النساء۴/۶) اور ان کے ساتھ ہر حال میں انصاف کا معاملہ کیا جائے (النساء۴/۱۲۷)۔ ان آیات کی روشنی میں یتیموں کے مالی حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں کچھ خاص نکات سامنے آتے ہیں:

یتامیٰ کو بھی ان افراد میں شامل کیا گیا ہے جن کے ساتھ حسن سلوک کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى (النساء۴/۳۶)	والدین، اقرباء اور یتیموں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔

ایک آیت (البقرہ۲/۲۱۵) میں والدین و اقرباء کے ساتھ یتامیٰ کو بھی اس بات کا زیادہ مستحق قرار دیا گیا ہے کہ ان پر مال خرچ کیا جائے۔ یتیموں کے مالی حقوق کی پاسبانی کے تئیں قرآن کس درجہ حساس ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی ان کے مال کے قریب غلط نیت سے جائے، ان کے مال میں اپنا مال ملا کر اس کا ناجائز فائدہ اٹھائے یا اپنے خراب مال کو ان کے اچھے مال سے بدل لے۔ متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں:

وَلاَ تَقْرَبُواْ مَالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ (الانعام۶/۱۵۲)	اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ پھٹکو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ وہ سن شعور کو پہنچ جائیں۔
وَآتُواْ الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَتَبَدَّلُواْ الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ (النساء۴/۲)	اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ان کے اچھے مال اپنے خراب مال سے نہ بدلو۔

اس سے پہلے قرآن کی یہ ہدایت گذر چکی ہے کہ جب ترکہ کی تقسیم کے وقت اقرباء، یتامیٰ و مساکین (جو ترکہ کے حقدار نہیں ہیں) کچھ طلب کے ساتھ حاضر ہوں تو ان کی امید پوری کی جائے اور ان سے بھلی بات کہی جائے (النساء۴/۸) یعنی اگر انہیں کچھ نہ بھی دینا ہو تو ان کے ساتھ سخت کلامی نہ کی جائے۔ ایک جگہ تو بہت صاف لفظوں میں انہیں ڈانٹنے و جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضحیٰ ۹۳/۹) اور یتیم کو جھڑکو نہیں۔

مزید براں قرآن نے یتیموں کے مالی حقوق کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے اس پہلو سے بھی لوگوں کو متنبہ کیا ہے کہ ان کے حقوق سے انہیں محروم کرنا آخرت میں بہت بڑے خسارہ کا باعث ہوگا اور اور اس کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيراً (النساء ۴/۱۰) اور جو لوگ ظلم و زیادتی کے ذریعہ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ یتامیٰ بہر حال حسن سلوک، ہمدردی و مالی اعانت کے مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ وہی طرز عمل اختیار کیا جائے جو ان کے حق میں بہتر ہو خاص طور سے ان کے مالی معاملات میں بڑی احتیاط و دیانت داری برتنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ اس پر ان کا گذر بسر یا معاشی زندگی کی خوشگواری منحصر ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کے نقطۂ نظر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے یہ ہدایت دی کہ انہیں گواہوں کی موجودگی میں مال حوالہ کیا جائے۔ قرآن کی ایک آیت میں بڑے جامع انداز میں یتیموں کے سلسلہ میں مطلوبہ رویہ اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ (البقرہ ۲/۲۲۰) اور یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ یتیموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے ان کو جواب دیجئے کہ جس میں ان کی بہبود ہو وہی بہتر ہے۔

یتیموں کے سلسلہ میں قرآن کا یہ اندازِ ناصحانہ بڑا دلنشیں ہے کہ کوئی شخص اسے نہیں پسند کرے گا کہ اس کی وفات کے بعد کوئی اس کے بچوں کے ساتھ زیادتی کرے یا برا سلوک کرے اسی طرح یہ سوچنا چاہئے کہ یتیم بھی کسی کے بچے ہیں لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کے ساتھ نرمی، ہمدردی و بھلائی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ ہر شخص چاہتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس کے بچوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جائے۔ (النساء ۴/۹)

ایک حدیث میں بھی بڑے مؤثر انداز میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک وحسن معاملہ کی فضیلت اجاگر کی گئی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ گھر سب سے بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے اور وہ گھر سب سے برا ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا برتاؤ کیا جائے۔[۳]

مالی معاملات میں ایک اور مسئلہ جو بہت اہمیت رکھتا ہے وہ عہد و پیمان یا قول و قرار کی پابندی کا ہے۔ تجارت، خرید و فروخت، قرض و رہن اور لین دین کے مختلف معاملات میں ایک شخص دوسرے سے کوئی عہد و پیمان یا وعدہ کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ وعدہ یا قول وقرار پورا ہونے پر لین دین کے معاملات خوش اسلوبی سے انجام پاتے ہیں اور تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ وعدہ خلافی یا عہد شکنی کی صورت میں اختلاف ونزاع پیدا ہوتا ہے، تعلقات خراب ہوتے ہیں اور جھگڑا لڑائی کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ ان سب سے تجارت کا نقصان ہوتا ہے اور لین دین کے معاملات بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں روزمرہ زندگی میں قول وقرار کی پابندی اور وعدہ پورا کرنے پر خاص زور دیا ہے ان ہدایات وتعلیمات کا اطلاق بجا طور پر مالی معاملات پر بھی ہوتا ہے اور بعض آیات کے سیاق و سباق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کا تعلق لین دین کے معاملات سے ہے۔ قول وقرار کی اہمیت واضح کرتے ہوئے قرآن نے یہ متنبہ کیا ہے کہ قیامت میں اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ فرمان الٰہی ہے۔

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا (بنی اسرائیل ۱۷/۳۴)	اور تم لوگ عہد پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (المائدہ ۵/۱)	اے مومنو! عہد و پیمان پورا کرو۔

پہلی آیت کے آخری حصہ سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ وعدہ یا قول و قرار کو معمولی بات نہ سمجھا جائے اس کی خلاف ورزی بہت بڑا گناہ ہے اس کا وبال صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی اس کے بارے میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ درحقیقت کسی صاحبِ ایمان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ وعدہ خلافی کا مرتکب ہوگا۔ قرآن کی رو سے عہد یا وعدہ پورا کرنا اہل ایمان کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا — اور (نیک لوگ وہ ہیں) جب وہ عہد کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ (البقرہ ۲/۱۷۷)

اس کے علاوہ سورہ المومنون (آیت نمبر ۸) میں امانت وعہد کی پاسداری کو ان اعمال میں ذکر کیا گیا ہے جو اہل ایمان کو فوز وفلاح سے ہم کنار کرنے والے ہیں۔ ایک حدیث میں عہد پورا کرنے کو دین کے لوازمات میں شمار کیا گیا ہے (لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لا عهد له)[۴]۔

مالی معاملات کے استحکام اور نزاع و اختلاف سے تحفظ کے لئے قرآن کریم نے ایک اور اہم ضابطہ وضع کیا ہے اور وہ یہ کہ فریقین میں لین دین کے جو کچھ معاملات طے ہوں ان کا تحریری ریکارڈ تیار کرلیا جائے تاکہ یہ دستاویز آئندہ کام آئے۔ قرآن کی یہ ہدایت خاص طور سے قرض کے معاملہ سے تعلق رکھتی ہے لیکن اسے لین دین یا مالی معاہدہ کے ہر معاملہ پر منطبق کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ — اے ایمان والوں جب مقررہ مدت کے لئے آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (البقرہ ۲/۲۸۲)

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ قرآن نے دستاویز کی تیاری میں انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کی ہے۔ اس لئے کہ آئندہ اس پر بہت سے معاملات کا انحصار ہوگا۔ قرآن کی یہ واضح ہدایت ہے کہ لین دین کا تحریری ریکارڈ ٹھیک ٹھیک تیار کیا جائے۔ اس میں لاپرواہی، غفلت یا جان بوجھ کر بددیانتی نہ ہو کہ کسی ایک فریق کے ساتھ زیادتی و ناانصافی کا ذریعہ بنے۔ ارشاد ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (البقرہ۲/۲۸۲) اور تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف سے لکھے۔

انصاف سے لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ معاملہ طے ہو اس کو لکھنے میں کمی بیشی یا کوئی تبدیلی نہ ہو بلکہ معاہدہ کی دفعات کو صحیح طور پر تحریر کیا جائے۔ دوسرے ریکارڈ کو مزید مستحکم بنانے کے لئے قرآن نے یہ ضروری قرار دیا کہ اس کی تیاری کے وقت دو گواہ موجود رہیں۔ قرض کے معاملہ کو تحریر کرنے کی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى (البقرہ۲/۲۸۲) اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہیاں کرلو اور اگر مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہی کے لئے پسند کرو تا کہ اگر ایک بہک جائے تو دوسری اس کو یاد دہانی کرادے۔

قرآن نے مالی معاملات میں دستاویز تیار کرنے کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس نے تحریری صلاحیت رکھنے والوں کا یہ اخلاقی فریضہ قرار دیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اصحابِ معاملات کے ساتھ تعاون کریں اور اگر اس کے لئے ان سے رجوع کیا جائے تو وہ اس خدمت سے انکار نہ کریں۔ قرآن کی ہدایت ملاحظہ ہو:

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ (البقرہ۲/۲۸۲) اور لکھنے والے کو چاہئے کہ وہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے۔ پس وہ لکھے۔

اس آیت کا یہ نکتہ قابل غور ہے کہ کتنے دلنشین انداز میں اس میں تحریری صلاحیت والوں کو یہ یاد دلایا گیا ہے کہ یہ صلاحیت اللہ رب العزت کی بخشی ہوئی نعمت ہے۔ پس چاہئے کہ وہ آگے بڑھ کر اسے اچھے و مفید کاموں کے لئے استعمال کریں یا اس کے ذریعہ دوسروں کی مدد کریں۔ یہ اس صلاحیت کا بہترین استعمال ہے اور نعمت خداوندی کی شکرگزاری بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح گواہوں کے سلسلہ میں قرآن کی یہ ہدایت بہت اہم ہے کہ اگر ضرورت کے وقت انہیں گواہی کے لئے طلب کیا جائے تو وہ اس سے گریز نہ کریں اور گواہی دینے میں حق وصداقت سے کام لیں۔ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاء إِذَا مَا دُعُواْ (البقرہ۲/۲۸۲) — اور اگر گواہوں کو بلایا جائے تو وہ (حاضر ہونے وگواہی دینے سے) انکار نہ کریں۔

گواہی چھپانے یا سچ سچ گواہی نہ دینے پر قرآن نے کتنے سخت الفاظ میں تنبیہ کی ہے ملاحظہ ہو:

وَلَا تَكْتُمُواْ الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (البقرہ۲/۲۸۳) — اور تم لوگ گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے یقیناً اس کا دل گنہ گار ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔

موجودہ دور میں ملزمین یا ان کے حمایتیوں کی جانب سے گواہوں کو ڈرانے دھمکانے اور انہیں گواہی دینے سے روکنے یا سچی شہادت سے باز رکھنے کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور ان مذموم حرکات کا مقدمات کی سنوائی پر اثر پڑتا ہے اور دوسرے حقوق کے ساتھ مالی حقوق کی بازیابی بھی مشکل ہوجاتی ہے۔قرآن نے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار برس قبل ملزمین یا ان کے طرفداروں کی ان مجرمانہ حرکات پر قدغن لگانے کے لیے کیسی سخت ہدایت جاری کی۔ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِن تَفْعَلُواْ فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ (البقرہ۲/۲۸۲) — اور کاتب وگواہ کو نقصان نہ پہچایا جائے اور اگر ایسا کروگے تو یہ تمہارے لیے گناہ ہوگا۔

اوپر کی تفصیلات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مالی معاملات سے متعلق قرآنی ہدایات وتعلیمات بہت جامع ومحکم ہیں اور سماجی ومعاشی زندگی کی بہتری و خوشگواری کے لئے نہایت مؤثر ومفید ہیں۔ان میں غور وفکر سے قرآن کے جو خاص خاص مطالبات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں۔کسب مال کے لئے جائز ذرائع اختیار کیے جائیں اور تمام باطل طریقوں (بالخصوص چوری، رشوت، سود، خیانت، غصب، غبن وفریب) سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلی پرہیز کیا جائے، جو مال حاصل کیا جائے یا جو چیزیں استعمال میں لائی جائیں وہ حلال و پاک ہوں، مال خرچ کرنے میں اسراف وبخل دونوں سے اجتناب کیا جائے اس لیے کہ دونوں میں بندوں کی حق تلفی اور اللہ کی ناشکری ہے۔ کمائے ہوئے مال میں سے والدین، اہل خانہ، اقرباء، غرباء، مقروض، یتامیٰ و دوسرے ضرورت مندوں کے حقوق پورے کیے جائیں اور ترکہ میں ورثہ کا جو حق ہے اسے دیانت داری کے ساتھ ادا کیا جائے۔ نیک کام کے لیے مال خرچ کرنے میں تاخیر نہ کی جائے، ضرورت مندوں کو جو مال و اسباب دیا جائے جائے وہ اچھا و قابل استعمال ہو، انفاق فی سبیل اللہ سے مقصود محض رضائے الٰہی ہو، ریا ونمود یا کسی دوسری غرض کا اس میں شائبہ نہ ہو، کسی محتاج پر مال خرچ کر کے نہ تو احسان جتایا جائے اور نہ اسے ستایا جائے۔ مزید برآں لین دین کے معاملات میں دیانت داری اور قول وقرار کی پابندی ضروری ہے، مالی معاملات میں اختلاف ونزاع سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ لین دین یا مالی معاہدہ کے وقت گواہوں کی موجودگی میں تحریری دستاویز تیار کی جائے۔ مختصر یہ کہ مالی لین دین کے تمام معاملات میں دیانت داری، صفائی، شفافیت اور دغا وفریب سے دوری متعلقہ قرآنی ہدایات کے سب سے اہم اجزاء ہیں، ان پر عمل پیرا ہونے پر نہ صرف معاشی و مالی امور کی بحسن وخوبی انجام دہی منحصر ہے بلکہ اس میں سماجی زندگی کی خوشگواری کی بھی ضمانت ہے۔ اللہ کرے ہمیں ان ہدایات کو سمجھنے اور انھیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق نصیب ہو۔ الله الموفق وهو المستعان

حواشی ومراجع

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف۔

۲۔ صحیح مسلم: کتاب الزکوۃ باب بیان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح

۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الیتیم

۴۔ احمد بن حسین البیہقی، **السنن الکبریٰ**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۶/۴۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

عورتوں کے معاشی حقوق قرآن کریم کی روشنی میں

اسلام، اسلامی نظام اور اسلامی شریعت کی نسبت سے جو مسائل آج کل بہت زیادہ زیر بحث آتے ہیں ان میں عورتوں کے معاشی حقوق اور ان کی معاشی تمکین (Economic empowerment) کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے، عورتوں کے مالکانہ حقوق اور کسبِ مال، صرفِ مال ونظم مالیات میں ان کے حدود واختیارات تحریر وتقریر میں اکثر زیر بحث آتے رہتے ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ تأثر پایا جاتا ہے بلکہ کچھ لوگ منصوبہ بند طور پر یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان مسائل میں اسلام کی تعلیمات اور اسلامی شریعت کے قوانین عورتوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ مسلم عورتیں معاشی میدان میں لاچار و بے بس نظر آتی ہیں اور معاشی ناہمواری اور مالی بدحالی کا شکار رہتی ہیں۔ اس پس منظر میں قرآن کی روشنی میں عورتوں کے حقوق کا جائزہ لینا اور ان کی معاشی تمکین کے مواقع پر نظر ڈالنا اہمیت وافادیت سے خالی نہ ہوگا۔ قرآن کریم ہر معاملہ میں بہترین رہنما ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں بھی اس کتابِ ہدایت سے جو رہنمائی ہمیں ملتی ہے وہ ہر حال میں لائق توجہ وقابلِ اتباع ہے۔

قرآنی آیات میں غور وفکر سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن نے گھریلو و سماجی زندگی سے متعلق جو اصول وضوابط وضع کیے ہیں وہ بڑے قیمتی ہیں اور ان سب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان سکون واطمینان کی زندگی بسر کرسکے۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ معاشرتی زندگی میں فیملی لائف ایک بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتی ہے، قرآن نے اسے مضبوط کرنے اور بہتر بنانے پر خاص زور دیا ہے۔ خاندان کے ایک ایک فرد کے حقوق وفرائض متعین کیے ہیں تاکہ ہر شخص ان سے اچھی طرح واقف ہوکر انھیں پورا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے اور گھریلو زندگی میں کوئی رخنہ نہ آئے۔ دوسرے سورہ نساء اور بعض دوسری سورتوں میں جس تفصیل سے عورتوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں اور جس واضح انداز میں معاشرتی و معاشی مختلف پہلوؤں سے ان کی حیثیت متعین کی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاشرہ کی بنیادی اکائی میں عورت بہت اہم کردار کی حامل ہے اور یہ کہ قرآن کی نگاہ میں عورت کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، اسے ملحوظ رکھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے ہی میں سماجی زندگی کی بہتری و خوشگواری منحصر ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت، خانگی امور کی انجام دہی، خاندانی زندگی کی تعمیر اور معاشرہ کا رخ متعین کرنے میں عورت کا خاص دخل ہوتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں قرآن کریم کی یہ وضاحت بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ عورتوں کے بھی حقوق ہیں ٹھیک اسی طرح جس طرح مرد اپنے حقوق رکھتے ہیں یعنی عورتیں صرف ذمہ داریوں سے زیر بار نہیں بلکہ حقوق کی بھی مالک ہیں جن کی ادائیگی خوش گوار ماحول اور صالح معاشرہ کی تعمیر کے لیے ناگزیر ہے۔ قرآن کی یہ آیت اسی حقیقت کی ترجمان ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرہ ۲/۲۲۸)

عورتوں کے لیے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔

یعنی دونوں حقوق رکھتے ہیں اور دونوں کے لیے اپنے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس آیت کے حوالہ سے عورتوں کے حقوق سے بحث کرتے ہوئے علامہ شبلی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ''صرف یہی آیت عورتوں کے حقوق تمام باتوں میں مردوں کے برابر قرار دیے جانے کے لیے کافی ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا''[۱]۔ درحقیقت اس آیت سے عورت کا باختیار ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب وہ حق رکھتی ہیں تو حق کو استعمال کرنے کی بھی مالک ہیں۔

جہاں تک عورتوں کے مالی حقوق کا معاملہ ہے اس ضمن میں قرآن کریم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس نے انھیں مالکانہ حقوق عطا کیے ہیں اور انہیں استعمال کرنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار بھی دیا ہے، جب کہ دوسری تہذیبوں میں یا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں انھیں شیئ مملوکہ وموہوبہ یا منقولہ جائداد کی حیثیت دی جاتی تھی۔ انھیں مال کمانے وخرچ کرنے کی آزادی نہیں حاصل تھی، اگر کسی ذریعہ سے ان کے پاس کچھ مال آتا بھی تو وہ ان کے شوہر یا سرپرست کی مِلک تصور ہوتا۔ ان کا کچھ اختیار اس پر نہ ہوتا۔ ان تمام تصورات کی نفی کرتے ہوئے قرآن نے ان کے بارے میں صاف صاف اعلان کیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ (النساء ۴/۳۲)

جو کچھ مردوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔

اس آیت سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی کسب مال وحصول زر کی مجاز ہیں دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کمائیں یا جو مال انھیں حاصل ہو وہ اس کی مالک ومختار ہیں کسی کو اس میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے یہاں یہ واضح رہے کہ بہت سے مفسرین نے اس آیت میں ''اکتساب'' سے (مال کمانے کے بجائے) نیکی یا بدی کمانا مراد لیا ہے لیکن آیت کے سیاق وسباق سے اس کا جو ظاہری مفہوم (مال کمانا) نکلتا ہے وہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت سے پہلے ''فضل اللہ'' کا لفظ آیا ہے اور اس کے بعد بھی۔ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ (النساء ۴/۳۲)

اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ۔ ہاں اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو۔

''فضل اللہ'' قرآن کی خاص اصطلاح ہے اس کی تشریح وتعبیر عام طور پر مادی وسائل، مال و دولت یا ذریعہ معاش سے کی جاتی ہے۔ درحقیقت پوری آیت کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ یہاں جس چیز کی حرص کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کمائی کو کمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے کا حصہ قرار دیا گیا ہے اس کا تعلق مادی وسائل سے ہے نہ کہ معنوی کمائی سے۔

دوسرے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بلا تفریق مرد و زن اہل ایمان کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اگر عورتیں اپنے مال کی مالک و مختار نہ ہوں گی تو پھر زکوٰۃ کی ادائیگی اور صدقہ و انفاق کا سوال کہاں پیدا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی رو سے عورتیں مال کی مالک ہوسکتی ہیں اور جب بھی ان کا مال حد نصاب کو پہنچ جائے تو ان کے لیے زکواۃ کی ادائیگی لازم قرار پائے گی۔ اسی طرح ان سے یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ نیک کاموں میں اپنے مال کو خرچ کریں اور ثواب کمائیں۔ مومن مردوں اور عورتوں کے اوصاف میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ۔ اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں۔ (الاحزاب ۳۳/۳۵)

ظاہر ہے کہ عورتیں صدقہ کرنے کی اہل اسی وقت ہوں گی جب وہ مال و دولت یا وسائل کی مالک ہوں گی۔ بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں عورتیں ضرورت کے وقت کسبِ معاش اختیار کرتی تھیں، گھر کے لوگوں کی کفالت کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ حضرت زینب بنت عبداللہ ابی معاویہ نے نبی کریم ﷺ سے استفسار فرمایا کہ وہ دستکاری سے جو کچھ کماتی ہیں وہ شوہر اور بال بچوں کی ضروریات میں صرف ہوجاتا ہے۔ کچھ بچتا نہیں کہ وہ صدقہ و خیرات کرسکیں، کیا اس صورت میں انھیں کچھ ثواب ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے شوہر و اولاد کی کفالت کرتی رہو، تم کو اس کا اجر ملے گا ایک انفاق کا، دوسرے صلہ رحمی کا[۲]۔ حضرت ام سلمہؓ کے بارے میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ پہلے شوہر سے ان کے اولاد تھیں جو زوجہ مطہرہ ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ وہ ان کی پرورش و پرداخت میں بڑی دلچسپی لیتی تھیں اور بڑے سلیقہ سے یہ کام انجام دیتی تھیں۔ ان کے دریافت کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ انہیں اس کا اجر ملے گا[۳]۔ ظاہر ہے کہ وہ صاحب وسائل نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتیں یا ان کا کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہوتا تو وہ کیسے یہ خدمت انجام دیتیں۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتیں اور بڑی فیاض واقع ہوئی تھیں جو کچھ انھیں ہاتھ آتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں اسی وجہ سے وہ "طویل الید" کے لقب سے مشہور ہوگئی تھیں۔[۴]

بیوی کی حیثیت سے عورت کا ایک خاص ذریعہ آمدنی مہر ہوتا ہے قرآن نے اس پر اس کا کلی حقِ ملکیت تسلیم کیا ہے چاہے نکاح کے وقت اس کی ادائیگی ہو یا نہ ہو۔ نکاح ہوتے ہی مہر پر بیوی کا حقِ ملکیت ثبت ہو جاتا ہے جب چاہے وہ شوہر سے اس کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جب وہ اس کے قبضہ میں آجائے تو اسے اس پر تصرف کا پورا اختیار حاصل ہوگا۔ شوہر اس میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ قرآن نے جن الفاظ میں اس کا حق مہر ذکر کیا ہے اور جس زوردار انداز میں شوہر کو اس کی ادائیگی کی تاکید کی ہے اس سے خود بخود یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مہر عورت کا حق ثابتہ ہے۔ قرآن کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً۔ (النساء ۴/۴) اور عورتوں کے مہر خوشی خوشی ادا کرو۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً۔ (النساء ۴/۲۴) پس جب تم ان سے ازدواجی تعلق قائم کر چکے ہو تو ان کا مہر فریضہ سمجھ کر ادا کرو۔

پہلی آیت میں یہ کہہ کر کہ "ان کا مہر ادا کرو" قرآن نے یہ نکتہ ذہن میں بٹھانا چاہا ہے کہ مہر بلاشرکتِ غیر بیوی کا حق ہے اس میں شوہر کو کمی بیشی اور خرد برد کرنے یا اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ دوسرے یہ پیغام بھی دینا ہے کہ شوہر اسے ادا کر کے عورت پر کوئی احسان نہیں کر رہا ہے بلکہ یہ اس کا حق تھا جسے وہ ادا کر رہا ہے۔ دوسری آیت میں مہر کی ادائیگی کو فریضہ قرار دے کر اس حق کو اور زیادہ موکد کر دیا ہے۔ مہر پر بیوی کا حق ملکیت اور اس میں تصرف کا اختیار اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے جس میں اسے اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو وہ اسے معاف کر دے یا اس کے کچھ حصہ سے دست بردار ہو جائے۔ جب عورت خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ یا پورا کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پورا معاف کردے تو شوہر اسے بلا تکلف استعمال کرسکتا ہے۔ قرآن کی اس آیت سے یہی مسئلہ اخذ ہوتا ہے:

فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيئاً مَّرِيئاً۔ (النساء ۴/۴) — البتہ اگر وہ خوش دلی سے مہر کا کوئی حصہ تمھیں معاف کردیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔

قرآن کی یہ شرط کہ 'اگر وہ خوش دلی سے کچھ معاف کردیں' مہر پر بیوی کے حق و اختیار کو اور زیادہ مستحکم بنا دیتا ہے۔

مہر کے علاوہ شوہر کے مال میں بیوی اپنا حق رکھتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی ضروریات کی تکمیل شوہر کے ذمہ واجب ہے، نان ونفقہ یا کھانے پینے اور رہنے سہنے کا معقول انتظام بیوی کا حق ہے جو شوہر پر عاید ہوتا ہے۔ اس باب میں قرآن کی یہ آیت بہت جامع ہے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (النساء ۴/۱۹) — اور عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کی زندگی گزارو۔

معاشرت بالمعروف یا نیکی کا سلوک بڑا جامع لفظ ہے۔ اس میں نرم روی، خوش گفتاری اور حسن معاملہ کے علاوہ ان تمام ضروریات کی تکمیل بھی شامل ہے جو اس کے گذر بسر کے لیے ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ان میں معاشی ضروریات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جن کے پورا کرنے کی ذمہ داری شوہر کی ہے۔ اسی سے شریعت کا یہ اصول نکلتا ہے کہ اگر شوہر نان ونفقہ کے باب میں کوتاہی برت رہا ہے تو بیوی بلا تکلف اس کا مطالبہ کرسکتی ہے، عدالت سے رجوع کرسکتی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ قانونی نکتہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر وسائل کے باوجود شوہر بیوی کو نان ونفقہ نہیں فراہم کررہا ہے تو وہ شوہر کے مال میں سے بقدر کفاف اس کی اجازت کے بغیر لے سکتی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہند بنت عتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے شوہر ابوسفیان بخیل ہیں، مجھے اتنا مال نہیں دیتے جو میرے اور بچوں کے لیے کافی ہو۔ کیا میں ان کی اطلاع کے بغیر ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مال میں سے اس قدر لے سکتی ہوں جو میری اور میری بچوں کی کفایت کر سکے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ تم اپنی و اپنی اولاد کی ضرورت کے لیے ان کا مال خرچ کر سکتی ہو۔[۵] مزید براں عورت اس بات کی بھی مجاز ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے صدقہ و خیرات کرے اور اجر کمائے بشرطیکہ اس میں خرابی کا کوئی پہلو نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرتی ہے فساد یا خرابی سے اجتناب کرتے ہوئے تو بیوی کو اس کا بدلہ ملتا ہے اور شوہر کو کمائی کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔[۶]

نان و نفقہ کے باب میں اسلامی شریعت نے عورت کو جو حدود و اختیارات دیے ہیں ان کی وسعت و اہمیت اس ضابطہ سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر بیوی صاحبِ حیثیت گھرانہ سے تعلق رکھتی ہے جہاں گھر کے کام و کاج کے لیے خادمہ رکھنے کا دستور ہے تو شوہر پر (استطاعت کی صورت میں) واجب ہے کہ وہ اس کے لیے خادمہ کا نظم کرے۔[۷] اسی طرح بیوی اگر صاحب مال و دولت ہے تب بھی اس کا نان و نفقہ شوہر ہی کے ذمہ ہے وہ اسے اپنا مال خرچ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی یہ اور بات ہے کہ بیوی از خود اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور شوہر سے کچھ مطالبہ نہ کرے۔

عورتوں کے معاشی حقوق کے سلسلہ میں تیسرا اہم پہلو ان کا حقِ وراثت ہے جسے قرآن نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں خاص بات یہ ہے کہ قرآن نے وارث و مورث دونوں حیثیتوں میں عورتوں کے حقوق و اختیارات واضح کیے ہیں۔ اس مسئلہ پر قرآن کی اصولی بات یہ ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً۔ (النساء ۴/۷)

مردوں کا اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورتوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ (اللہ کا) مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت اس قانونی نکتہ کی وضاحت کے لیے کافی ہے کہ میراث میں صرف مردوں کا حق نہیں بلکہ عورتیں بھی اس کی حقدار ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا یہ حصہ مقرر من اللہ ہے تیسرے یہ کہ وہ والدین اور قریبی اعزہ کے چھوڑے ہوئے مال ومتاع کی مستقل وارث ہوسکتی ہیں اور اپنی اولاد اور رشتہ داروں کے لیے مال واسباب بطور ترکہ چھوڑ بھی سکتی ہیں، بہرصورت زمین و جائداد اور روپیہ میں ان کی مالکانہ حیثیت مسلم ہوتی ہے۔ مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے انتظام وانصرام میں پوری طرح آزاد ہے۔ اس کی نسبت سے اسے معاملہ کرنے کا حق حاصل ہے خواہ خرید وفروخت کی بات ہو یا رہن و ہبہ کا معاملہ ہو۔ مقصود یہ کہ وہ قانونی طور پر اس کی مجاز ہے کہ وہ اپنے مال اور زمین و جائداد میں جیسے چاہے تصرف کرے۔ جب کہ یورپ میں ماضی قریب تک عورت کو اپنی زمین و جائداد میں آزادانہ طور پر تصرف کا حق حاصل نہیں تھا۔ وہ کسی مرد (باپ، شوہر یا سرپرست) کے ذریعہ ہی ایسا کرسکتی تھی۔ اس طرح قرآن کی یہ ہدایت بڑی انقلابی ہے جس کی رو سے معاشی معاملات میں عورت کو آزادی نصیب ہوئی۔ یہاں یہ ذکر بے موقع نہ ہوگا کہ سرسید نے ۱۸۷۱ء میں اپنے مضمون ''عورتوں کے حقوق'' میں یہ واضح کیا تھا کہ اسلام نے عورتوں کو جو اختیارات دیے ہیں وہ آج تک کسی بھی متمدن ملک میں انھیں حاصل نہیں۔ انھوں نے عورتوں سے متعلق برطانیہ کے قوانین کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر فرمایا تھا کہ:

☆ انگلینڈ کے قانون کے بموجب عورت شادی کے بعد معدوم الوجود متصور ہوتی ہے اور ذات شوہر سے مبدل ہوجاتی ہے۔

☆ جو اسباب اور ذاتی مال ونقد و جائداد قبل شادی عورت کی ملک ہے وہ سب بعد شادی کے بقبضہ شوہر آجاتی ہے۔

☆ جو جائداد عورت کو وراثتاً قبل شادی یا بعد شادی کے ملی ہو اس سب پر اس کا شوہر تاحین حیات قابض ہوجاتا ہے اور وہی اس کا محاصل لیتا ہے۔

☆ وہ بلا اجازت شوہر کے کوئی اسباب نہیں خرید سکتی اور کوئی چیز بیع نہیں کرسکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ وہ بجز روٹی کھانے اور کپڑا پہننے اور ایک مکان میں رہنے کے خرچ کے جو ضروریات زندگی کے لیے درکار ہے اور کوئی خرچ بغیر مرضی شوہر کے نہیں کر سکتی ۸۔

علامہ شبلیؒ نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں ''حقوق نسواں'' کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے یہی نکتے اٹھائے تھے اور آخر میں ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا:

> ''آج یورپ کی تہذیب کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا ہے اس کے حقوق نسواں سے اسلامی حقوق نسواں کا مقابلہ کر کے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے عورت کے ساتھ کیسی فیاضی کا برتاؤ کیا ہے اسلام کے لیے موجب ننگ ہے کہ اس کا مقابلہ اس قسم کی تہذیبوں سے کیا جائے''۹۔

دوسرے وراثت میں عورتوں کے استحقاق کے بارے میں قرآن کے اعلان کی اہمیت زمانہ نزول کے پس منظر میں بھی سمجھی جا سکتی ہے۔ اس وقت کے ماحول میں ترکہ میں عورتوں کے حصہ پانے کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ وہ خود ترکہ کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ شوہر کے انتقال پر وہ وارثوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دی جاتی حتی کہ بیٹا باپ کی منکوحات میں سے جس کو چاہتا اپنے قبضہ میں کر لیتا اور اس کے ساتھ ناروا سلوک کرتا ۱۰۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ترکہ میں مرد و عورت کے حصہ کے بارے میں یہ کہہ کر کہ یہ اللہ کا مقرر کردہ ہے قرآن نے یہ وضح کر دیا کہ اس میں کسی کو من مانی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ ہی عقل لگانے کی اجازت ہے بلکہ اس یقین کے ساتھ قرآنی تقسیم وراثت کو قبول کرنا ہے کہ اسی کے مطابق ورثہ کو (خواہ مرد ہوں یا عورت) ان کا حصہ دینے میں سب کے لیے خیر و فلاح ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ میت کے ترکہ میں بیٹی کا حق اس قرآنی اسلوب خطاب سے اور زیادہ موکد ہو جاتا ہے۔

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ أَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡأُنثَیَیۡنِ۔ (النساء ۱۱/۴)	اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد کو (ترکہ دینے) کے معاملہ میں تمھیں وصیت کرتا ہے۔ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں لفظ اولاد استعمال کر کے اس جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ وراثت کے استحقاق میں مرد وعورت یا لڑکا لڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں اس کی حقدار ہوں گی، البتہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے کم رکھا گیا ہے۔ اس کی مختلف انداز میں توجیہ کی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت کی معاشی ذمہ داریاں کم ہیں۔ خود اس کی کفالت کی ذمہ داریاں دوسروں پر ہیں۔ شادی سے قبل باپ بیٹی کی کفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اگر عورت کے لیے دونوں میں سے کوئی سہارا موجود نہ ہو تو اعزہ واقرباء اس کا سہارا بنیں گے اور پھر ان میں سے کوئی صورت نہ بننے پر اسلامی اصول وتعلیمات کے مطابق بیت المال یا پورا اسلامی معاشرہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔ اس مسئلہ پر مشہور مفکر اسلام سید محمد قطبؒ نے جو کچھ لکھا ہے اسے یہاں نقل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ مذکورہ آیت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ یہ بالکل فطری اور منصفانہ تقسیم ہے۔ کیونکہ مالی اخراجات کا سارا بوجھ تنہا مرد ہی کو اٹھانا پڑتا ہے۔ عورت پر سوائے اپنی ذات کے کسی کے اخراجات کا بوجھ نہیں ہوتا، البتہ جب عورت خاندان کی سربراہ ہو تو معاملہ مختلف ہوتا ہے اس صورت میں بے شک عورت ہی کو خاندان کی ضروریات مہیا کرنی پڑتی ہے۔ مگر یہ ایک استثنائی صورت حال ہے جو اسلامی معاشرہ میں شاذ و نادر ہی پیش آسکتی ہے کیونکہ جب تک عورت کا کوئی عزیز موجود ہو خواہ وہ عزیز کتنا دور ہی کا رشتہ دار کیوں نہ ہو روزی کمانے کے لیے عورت کو گھر چھوڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، ..... اصل مسئلہ ریاضی کا ایک سیدھا سادا سوال ہے کل ورثہ کا ایک تہائی حصہ عورت کو صرف اپنی ذات کے لیے ملتا ہے جب کہ باقی دو تہائی مرد کو دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی بیوی (یعنی عورت)، اپنے بچوں اور خاندان کی ضروریات پوری کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وراثت کا بیش تر حصہ کس کو ملتا ہے، مرد کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا عورت کو" ؟!!۔

اوپر عورتوں کے معاشی حقوق یا ان کی معاشی تمکین کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ان سب کا تعلق اس بات سے ہے کہ وہ زمین و جائداد اور روپیہ پیسہ کی مالک ہوسکتی ہیں، ان کے تحفظ اور اپنی مرضی کے مطابق انھیں استعمال کرنے کی بھی مجاز ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ شوہر کے وسائل میں بیوی کا بھی حصہ ہوتا ہے اور وہ بوقت ضرورت اسے استعمال کرسکتی ہے۔ اسی ضمن میں یہ مسئلہ بھی قابل غور ہے کہ کیا عورت اپنی معاشی حالت کو مضبوط کرنے کے لیے کوئی ذریعہ معاش اختیار کرسکتی ہے یا اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کرسکتی ہے۔ یا اپنے وسائل کو کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرسکتی ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ اسلام کی رو سے وہ ایسا بوقت ضرورت ہی کرسکتی ہے۔ اس لیے کہ معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینا ان کی اولین ترجیح نہیں ہے۔ عام حالات میں نہ تو اس کی اپنی کفالت اس کے ذمہ ہے اور نہ ہی کسی اور کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ گھر کی دیکھ ریکھ، اولاد کی تعلیم وتربیت اور امور خانہ کی انجام دہی اس کی اولین ضروری مصروفیات ہیں۔ یہ بجائے خود بہت اہم کام ہیں جن کے لیے مردوں کو عورتوں کا احسان مند ہونا چاہیے۔ جہاں تک معاشی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت کا تعلق ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- اپنی ذاتی آمدنی میں اضافہ یا اقتصادی حالت کی بہتری و مضبوطی کی خاطر۔

۲- شوہر یا گھر والوں کی آمدنی میں اضافہ و ترقی کے لیے۔

۳- شوہر کی نااہلی یا کوئی سہارا نہ ہونے پر اپنی اور بال بچوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے۔

۴- مال و دولت کما کر نیک کاموں میں لگانے اور ثواب حاصل کرنے کے لیے۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے قرآن کریم سے یہ بنیادی رہنمائی ملتی ہے کہ عورت کو کمانے کا حق حاصل ہے، محض عورت ہونے کی وجہ سے وہ اس حق سے محروم نہیں ہوگی بلکہ وہ اس حق کو استعمال کرسکتی ہے اس کے نتیجہ میں جو کچھ اسے حاصل ہوگا وہ اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنا ہوگا۔ قرآن کی اس آیت سے یہی نکتہ واضح ہوتا ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا — مردوں نے جو کچھ کمایا وہ ان اپنا حصہ ہے

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ — اور عورتوں نے جو کچھ کمایا وہ ان کا اپنا

(النساء ۴/۳۲) — حصہ ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ وہ کن صورتوں میں اکتسابِ مال کا حق استعمال کرسکتی ہیں کیا صرف ضرورت لاحق ہونے پر اور مجبوری کی حالت میں یا اپنا معیار زندگی بلند کرنے اور اپنے گھر کے لوگوں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے بھی ایسا کرسکتی ہیں۔ اول الذکر صورت کے جواز کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا بلکہ اگر اللہ نے کسی عورت کو علم و ہنر اور صلاحیت عطا کی ہے اور وہ معاشی میدان میں دوڑ بھاگ کی اہلیت رکھتی ہے اور گھر میں روزی روٹی کا کوئی سہارا نہیں ہے تو اس صورت حال میں عورت کے لیے اپنی صلاحیت کے مطابق کسبِ مال مستحسن قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ نادار تھے ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ ان کی اہلیہ حضرت زینب کچھ صنعت وحرفت سے واقف تھیں وہ اس میں مصروف رہ کر مال کماتی تھیں اور اس سے اپنے شوہر اور بچوں کی کفالت کرتی تھیں۔ جب انھوں نے آپ ﷺ کو اس صورت حال سے باخبر کرتے ہوئے یہ دریافت کیا کہ کیا وہ اپنے شوہر اور بچوں پر اپنا مال خرچ کرسکتی ہیں تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ خرچ کرتی رہو اس کا اجر ملے گا ۱۲۔ قیلہ نامی ایک صحابیہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے خرید و فروخت کے مسائل دریافت کیے۔ استفسار سے پہلے انھوں نے یہ واضح کیا کہ وہ خرید و فروخت میں مصروف رہنے والی عورت ہیں ۱۳۔ عہد فاروقی میں حضرت اسماء بنت مخرمہؓ کے بیٹے انھیں یمن سے عطر بھیجا کرتے تھے اور وہ مدینہ میں اس کا کاروبار کرتی تھیں ۱۴۔ ان دونوں خواتین مکرمات کے بارے میں یہ صراحت نہیں ملتی کہ وہ ضرورت کے تحت تجارت یا کاروبار میں مصروف رہتی تھیں یا گھر کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے ایسا کرتی تھیں لیکن اس سے بہرحال یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ امور خانہ داری کے علاوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کاموں میں بھی اپنی صلاحیتیں صرف کرتی تھیں اور اپنی حالت بہتر بناتی تھیں۔ اس کے علاوہ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت عورتیں امور خانہ داری کے علاوہ دوسرے کام بھی کرسکتی ہیں اور اندرون خانہ کے علاوہ بیرون خانہ بھی اپنی مصروفیات جاری رکھ سکتی ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ شادی کے بعد گھریلو حالات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر سے میرا نکاح ہو چکا تھا لیکن ان کے پاس صرف ایک اونٹ تھا جو پانی لانے کے کام آتا تھا اور ایک گھوڑا تھا اس کے سوا نہ کوئی مال تھا اور نہ کوئی خادم یا اور کوئی چیز۔ میں خود ہی گھوڑے کو چارہ دیتی، پانی پلاتی اور اس کا ڈول بھرتی۔ مجھے خود ہی آٹا گوندھنا اور روٹی پکانی پڑتی ۱۵۔ حضرت سعد بن سہلؓ ایک خاتون کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی اپنی کھیتی تھی اور وہ پانی کی نالیوں کے کنارے چقندر کی کاشت کرتی تھیں جمعہ کے دن وہ بعض صحابہ کے ساتھ ان سے ملاقات کے لیے جاتے تو وہ چقندر اور آٹا سے تیار کردہ حلوہ سے ان کی خاطر تواضع کرتی تھیں ۱۶۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا کار خیر میں شرکت یا ثواب کمانے کی خاطر عورت گھر کے اندر یا باہر کوئی ایسا کام کرسکتی ہے جس سے کچھ نفع حاصل ہو۔ بعض صحابیات کی زندگی سے اس نوع کی مصروفیات کی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی خالہ عدت کی حالت میں تھیں اسی دوران انھوں نے کھجور کے کچھ درخت کاٹنے اور انھیں فروخت کرنے کا ارادہ کیا۔ بعض لوگوں نے منع کیا تو وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں رہنمائی کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے کھجور کے درخت کاٹ لو۔ ممکن ہے تم اس سے کوئی نیکی کا کام کرو اور وہ تمھارے لیے باعث اجر و ثواب ہو ۱۷۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا جلال الدین عمری نے اس سے یہ نتائج اخذ کیے ہیں کہ اسلام عورت کو اس لائق دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کے کام آسکے اور ان کی فلاح و بہبود کے کام انجام دے سکے۔ دوسرے یہ کہ پاکیزہ مقصد کے حصول کے لیے عورت گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ دور اول کی خواتین ضرورت کے وقت کھیت و بازار میں جایا کرتی تھیں ۱۸۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور اس سے جو کچھ آمدنی ہوتی اسے نیک کاموں میں صرف کرتی تھیں ۱۹۔ اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ثواب کمانے کی فکر میں رہتی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھیں۔ ان کی دیکھ بھال و پرورش میں وہ مصروف رہتی تھیں۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ان کو اس کا کچھ ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ- ہاں ۲۰۔ ظاہر ہے ان کا کوئی ذریعہ آمدنی رہا ہوگا جس سے وہ سابق شوہر کی اولاد کی کفالت کرتی تھیں اور ثواب کماتی تھیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن و حدیث دونوں میں بلا کسی تفریق تمام اہل ایمان کو کار خیر میں شرکت اور نیکی کمانے میں مسابقت کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کا ایک اہم ذریعہ مال و دولت کو راہ خدا میں خرچ کرنا یا نیک کام میں اسے لگانا ہے۔ قرآن کریم میں عام انداز میں مومنین کو نیک عمل کی ترغیب دینے کے علاوہ بعض آیات میں مرد و عورت کو الگ الگ خطاب کر کے انھیں نیکی کمانے پر ابھارا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ۔ (النحل ۱۶/۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو ہم اسے دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔

ایک دوسری آیت میں مومن مرد و مومن عورتوں کے اوصاف بیان کرنے کے بعد انھیں اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ

بلا شبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں، عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں، سچے مرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللَّهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً۔ (الاحزاب ۳۳/۳۵)

اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور ان کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کو خوب یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرد و عورت ہر ایک کے لیے میدان عمل کھلا ہوا ہے، نیکی کمانے میں مسابقت کے مواقع دونوں کو ملے ہوئے ہیں، یعنی جو چاہے انفاق یا دوسرے کار خیر میں شریک ہو کر اپنے لیے ذخیرۂ آخرت جمع کر سکتا ہے۔ ان آیات کی روشنی میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی عورت اس مقصد سے مال کمائے کہ وہ کار خیر میں شریک ہو، اپنے لیے ذخیرہ ثواب اکٹھا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ ایک نیک جذبہ ہے جو قابل قدر ہے[۲]۔

اس طرح دو صورتوں میں عورت کو کسب مال یا معاشی میدان میں تگ و دو کا اختیار حاصل ہے۔ اول یہ کہ اس کا کوئی سہارا نہ ہو یا اعزہ و قریبی لوگوں میں کوئی ایسا موجود نہیں ہے جو اس کی کفالت کر سکے۔ دوسرے یہ کہ وہ مال کما کر لوگوں کی فلاح و بہبود کے کام کرنا اور ثواب حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تیسرے ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ مال کمانا اور آمدنی بڑھانا مرد و عورت دونوں کا حق ہے۔ معیار زندگی بڑھانے کی خواہش یا معاشی استحکام کے حصول کا جذبہ عورت کے لیے بھی قابل مذمت نہیں ہے اس لیے وہ اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسب مال کے ذرائع اختیار کر سکتی ہے اور معاشی تگ و دو میں حصہ لے سکتی ہے گویا حالات کی مجبوری یا ضرورت نہ ہو تب بھی عورت معاشی زندگی میں دوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھاگ کر کے اپنی معاشی حیثیت کو بلند کرنے کی مجاز ہے۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی کے خیال میں:

''حدود کی رعایت سے آمدنی بڑھانے اور اپنی کمائی کرنے کا عورت کا حق مطلق ہے۔ اس لیے معیار زندگی کو بلند کرنے نہ کرنے یا دیگر وجوہ سے قطع نظر اسے اپنے حق کو استعمال کرنے کا حق ہے۔ ہر حال میں تنگی اور ترشی سے کام چلانا بھی کوئی کار نیک نہیں ہے اور زندگی کے معیار کو بڑھانے کی خواہش بھی ہر حال میں قابل مذمت نہیں ہے۔ اس لیے ان قیدوں اور شرطوں کے بغیر عورت کو مطلق اپنی الگ کمائی کرنے اور اپنی آمدنی بڑھانے کا حق ہے اور اپنی حدوں میں رہتے ہوئے وہ اپنے اس حق کا استعمال کر سکتی ہے بلکہ عام طور پر اسے ایسا کرنا چاہیے'' ۲۲۔

بہر حال مخصوص حالات میں عورت کے لیے معاشی تمکین یا کسب مال کی راہ میں تگ و دو کا جواز اس پر موقوف ہے کہ اسلامی اصول و تعلیمات کی خلاف ورزی نہ ہو، عزت و ناموس محفوظ رہے، شوہر کے حقوق واجبہ کی بجا آوری میں خلل نہ آئے اور امور خانہ داری کی نسبت سے اس کی جو بنیادی ذمہ داریاں ہیں وہ متاثر نہ ہوں۔ اس باب میں مولانا سید جلال الدین عمری کی یہ رائے بڑی متوازن معلوم ہوتی ہے:

''حدود شریعت میں رہتے ہوئے اسلام مالیات کے میدان میں عورت اور مرد کو دوڑ دھوپ کی اجازت عطا فرماتا ہے اور ان کی محنت کے صلہ کو ان کا جائز حق تسلیم کرتا ہے جس پر قانوناً کوئی بھی شخص دست درازی نہیں کر سکتا حتی کہ خاوند بھی بیوی کے مال میں تصرف کا مجاز نہیں ہے اور نہ بیوی کے لیے جائز ہے کہ شوہر کی دولت میں اپنی مرضی نافذ کرے'' ۲۳۔

قرآن کریم نے عورت کو روز مرہ زندگی میں جو اختیارات دیے ہیں ان میں ایک یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے انھیں بھی نگراں، محافظ اور امین قرار دیا ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ گھریلو زندگی میں مرد ہی ہر کام کے نگراں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں، وہی تمام معاملات کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں، عورتیں بس ان کے ماتحت ہوتی ہیں وہ اس لائق نہیں کہ نگرانی کا کام انجام دے سکیں یا کسی چیز کی محافظت کی ذمہ داری نبھا سکیں۔ قرآن کریم میں نیک عورتوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور اپنے شوہروں کے حقوق و امانت کی حفاظت کرتی ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ (النساء ۴/۳۴)

پس جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق و امانت کی حفاظت کرتی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خاص طور سے شوہروں کی غیر موجودگی میں وہ ان کے گھر اور مال و اسباب کی دیکھ ریکھ کرنے والی ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ حقوق و امانت کی حفاظت میں مال و اسباب، عزت و ناموس اور راز و عہد کی حفاظت سب کچھ شامل ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گھر میں اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہوئے یا امور خانہ داری کے فریضہ کو پورا کرتے ہوئے عورت کی حیثیت نگراں و امین کی بھی ہوتی ہے۔ مرد و عورت دونوں کی نگرانی کا دائرہ کار الگ ہوسکتا ہے یا اس کی نوعیت کچھ مختلف ہوسکتی ہے لیکن دونوں اپنے اپنے دائرہ میں امین و نگراں ہیں۔ عورت کی یہ ذمہ داری اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب شوہر گھر پر موجود نہیں ہوتا یا کسی کام سے باہر جاتا ہے۔ یہ نکتہ اس حدیث سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے جس میں حاکم، مرد و عورت اور غلام ہر ایک کو نگراں قرار دیا گیا ہے اور جو لوگ ان کی نگرانی میں رہتے ہیں ان کے بارے میں انھیں جواب دہ ٹھہرایا گیا ہے۔ عورت کی نگرانی کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

والمرءة راعية على اهل بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم [۲۴]۔

عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی رو سے عورت کی نگرانی کا دائرہ کافی وسیع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں اسے شوہر کے پورے گھر والوں کا نگراں قرار دیا گیا ہے۔ ''عورت اسلامی معاشرہ میں'' کے مصنفِ گرامی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جو افراد اس کے زیر اثر ہیں اس کا فرض ہے کہ ان کے حقوق اور مفادات کی نگہ داشت کرے، ان کو راہ راست پر چلائے اور غلط روی سے باز رکھے اور ان کے نفع وضرر اور سود وزیاں کی اس طرح نگرانی کرے جس طرح ایک چرواہا جنگل میں بھیڑوں کی کرتا ہے۔ عورت کا فرض یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اس دولت اور ساز و سامان کی بھی محافظ اور امین بنائی گئی ہے جو شوہر نے اس کے تصرف میں دیا ہے۔ نبی ﷺ ایک صالح بیوی کی ایک صفت یہ بیان فرماتے ہیں: **وان غاب عنها نصحته فی نفسها و ماله** ۲۵ (اور اگر شوہر اس کی نگاہوں سے غائب ہو جائے تو وہ اپنے نفس (عصمت) اور اس کے مال کے معاملہ میں اس کے ساتھ خیر خواہی کرتی رہے'' ۲۶۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عام حالات میں گھر کی نگرانی اور گھر والوں کی دیکھ ریکھ عورت کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے لیکن اس کام کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب شوہر گھر سے غیر حاضر ہو۔

اسلام نے عورت کو معاشی تمکین کے جو مواقع فراہم کیے ہیں، اس میں اس کے تصور علم کی جو دین ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ شخصیت کی تعمیر، اخلاق کی تہذیب اور صلاحیتوں کے نکھار میں تعلیم کا جو اہم رول ہے وہ ایک بدیہی حقیقت ہے۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ تعلیم حقوق وفرائض سے آگہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے کائنات میں انسان کو اپنا مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے اور اپنے اختیارات سے واقفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح سماجی و معاشی پوزیشن کے استحکام میں بھی تعلیم کا بہت بڑا دخل ہے اس میں شبہ نہیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے حصول علم کا مقصد محض معاش نہیں ہے لیکن ذرائع معاش کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصول اور معاشی اداروں کی ترقی میں علوم وفنون کا جو رول ہے اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ آج کے دور میں معاشی میدان سر کرنے میں تعلیم کی ضرورت واہمیت سے شاید ہی کسی کو انکار ہو۔ زراعت ہو یا تجارت، صنعت وحرفت ہو یا ملازمت ان معاشی ذرائع سے مستفید ہونے کے لیے تعلیم کی ضرورت دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ قرآن کا ایک فیض یہ بھی ہے کہ اس نے علم کا بلند تصور عطا کیا۔ اہل علم کے مقام کی بلندی اور ان کی رفعت شان واضح کی تو مرد وزن میں کوئی تفریق نہیں کی۔ یعنی اس کی نگاہ میں علم کا حصول مرد وعورت دونوں کے لیے مطلوب ہے، علم کے بغیر جس طرح مرد کی شخصیت نامکمل رہ جاتی ہے اسی طرح عورت کی شخصیت کی تکمیل بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ بالفاظ دیگر علم کسی ایک خاص طبقہ کا حق نہیں بلکہ یہ تمام انسانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن کی ان آیات سے سب کے لیے علم کی اہمیت وفضیلت واضح ہوتی ہے، علم حاصل کرنے کی ترغیب ملتی ہے اور اہل علم کی رفعت شان آشکارا ہوتی ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (الزمر ۳۹/۹)	کیا برابر ہوسکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے ہیں۔
وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ (البقرہ ۲/۲۶۹)	اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بہت بڑی دولت مل گئی۔
يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ (المجادلۃ ۵۸/۱۱)	تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند فرمائے گا۔

دوسرے قرآن کے تصور علم کی وسعت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جہاں جہاں علم کے حصول وفروغ کی نسبت سے ہدایات وترغیبات ملتی ہیں وہاں بغیر تحدید و تقسیم کے صرف ''علم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان آیات کے سیاق وسباق اور احادیث کی تشریحات کی روشنی میں اگر علم کی کوئی تقسیم کی جاسکتی ہے تو وہ اس کا نافع وغیر نافع ہونا ہے۔ درحقیقت قرآن وحدیث سے ہر اس علم کے حصول کی ترغیب وتحریک ملتی ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے والے کے لیے مفید ہو اور دوسروں کے لیے بھی نفع بخش ثابت ہو۔ اس لحاظ سے ان تمام علوم کا اکتساب مستحسن بلکہ ضروری ہے جو شخصیت کے نکھار میں ممد و معاون ثابت ہو، جو لوگوں کو بااختیار شہری بنا سکے اور دینی، سماجی و معاشی مختلف اعتبار سے ان کی پوزیشن کو مستحکم کر سکے۔ حقیقت یہ کہ اسلام چاہتا ہے کہ بلاتفریق مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی ذہنی استعداد بڑھانے اور علمی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے مواقع میسر ہوں تاکہ وہ بھی علم و فن کی راہوں سے گذر کر اپنی شخصیت کی تہذیب و تزئین کر سکیں، اپنے مقام و مرتبہ کو پہچان سکیں اور اپنے اختیارات کو نہ صرف جان سکیں بلکہ ان کو استعمال کرنے کی اہل بھی ہو جائیں۔ اسلام کے تصور علم اور عورت کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے سید قطب شہیدؒ نے بجا فرمایا ہے:

> ''اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے ایک ایسے دور میں ساری انسانیت کے لیے علم کی اہمیت پر زور دیا جب دنیا میں ہر طرف جہالت اور تاریکی کا دور دورہ تھا۔ اس نے علم کو محض ایک طبقہ کا حق قرار نہ دیا بلکہ اس کو تمام انسانیت کے لیے ایک ناگزیر ضرورت بتایا اور تمام مسلمانوں کے لیے اس کا حصول ان کے ایمان و اسلام کی ضروری شرط قرار دیا۔ یہ شرف بھی اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے عورت کو آزاد وجود قرار دے کر اس کو بتایا کہ علم کے بغیر اس کی شخصیت کی تکمیل ناممکن ہے۔ حصول علم جس طرح مرد پر فرض ہے اسی طرح یہ عورت پر بھی فرض ہے کیوں کہ اسلام چاہتا ہے کہ عورتیں جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ اپنی عقل و روح کو بھی ترقی دیں تاکہ بہتر زندگی گذار سکیں'' ۲۷۔

اوپر کے مباحث سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی رو سے عورتوں کو مختلف نوعیت کے معاشی حقوق حاصل ہیں جنھیں استعمال کرنے میں وہ پوری طرح آزاد ہیں۔ وہ مال و جائداد کی مالک ہو سکتی ہیں اور انھیں ان میں تصرف کا پورا اختیار ہے۔ ذاتی اخراجات کے علاوہ وہ مال کے ذریعہ کار خیر میں شریک ہو سکتی ہیں۔ بیوی کی حیثیت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کا حقِ مہر خاص اہمیت رکھتا ہے جس کی ادائیگی شوہر پر فرض ہے۔ اس کے علاوہ اس کی ضروریات کی تکمیل شوہر کے ذمہ ہے۔ ان میں نان ونفقہ اور رہنے سہنے کا معقول انتظام شامل ہے۔ مزید براں قرآن کریم میں بڑی تفصیل سے عورتوں کے حقوقِ وراثت بیان کیے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اس سے بھی ان کے معاشی حقوق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ وراثت کے استحقاق میں مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ ترکہ میں عورتوں کا حصہ کم رکھا گیا ہے، اس لیے کہ ان کی معاشی ذمہ داریاں کم ہیں اور مختلف حالات میں ان کی کفالت کی ذمہ داری دوسروں پر ہوتی ہے۔ حقیقت یہ کہ قرآن کریم نے عورتوں کو پستی سے نکال کر سماج میں بلند مقام ومرتبہ تک پہونچایا اور ان کے معاشی حقوق متعین کیے۔ سچ یہ کہ اگر قرآنی تعلیمات وہدایات پر عمل کیا جائے تو سماجی زندگی بھی خوشگوار رہے گی اور مرد وعورت سب کے معاشی حقوق کو تحفظ نصیب ہوگا۔ اللہ کرے ہمیں اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق ہو۔

وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

حواشی ومراجع

۱۔ **خطباتِ شبلی** (مرتبہ سید سلیمان ندوی) دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۲۰۰۸ء، ص ۱۵۸

۲۔ **طبقات ابن سعد**، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۸ء، ۸/۲۹۰

۳۔ سعید انصاری، **سیر الصحابیات**، دارالمصنفین، اعظم گڑھ (بدون تاریخ)، ص ۶۱

۴۔ **طبقات ابن سعد**، ۸/۱۰۸، ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، مطبع مصطفیٰ محمد، مصر، ۱۹۳۹ء، ۴/۳۰۷-۳۰۸

۵۔ **صحیح بخاری**، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل للمرءۃ ان تاخذ بغیر علم بقدر ما یکتفیھا وولدھا بالمعروف

۶۔ **صحیح بخاری**، باب اجر المرءۃ اذا تصدقت واطعمت من بیت زوجھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر مفسدة، **سنن ابی داؤد**، کتاب الزکوٰۃ باب المرء ۃ تصدق من بیت زوجھا

۷۔ عالم بن العلاء الحنفی، **الفتاوی التاتار خانیہ** (مرتبہ قاضی سجاد حسین)، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۹۸۷ء، ۴/۲۰۴-۲۰۶

۸۔ **مقالات سرسید** (مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی)، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۰ء، ۵/۱۹۴-۱۹۵

۹۔ **خطبات شبلی**، ص ۱۵۴

۱۰۔ شبلی نعمانی، **سیرت النبی ﷺ**، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، ۴/ ۲۱۸

۱۱۔ سید محمد قطب/ اردو مترجم: محمد سلیم کیانی، **اسلام اور جدید ذہن کے شبہات**، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۳-۱۹۴

۱۲۔ **طبقات بن سعد**، ۸/ ۲۹۰

۱۳۔ حوالہ مذکور، ۸/ ۳۱۱-۳۱۲

۱۴۔ حوالہ مذکور، ۸/ ۳۰۰

۱۵۔ **صحیح بخاری**، کتاب النکاح، باب الغیرۃ

۱۶۔ **صحیح بخاری**، کتاب الجمعۃ، باب اذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ

۱۷۔ **سنن ابوداؤد**، کتاب الطلاق، باب فی المبتوتہ تخرج بالنھار

۱۸۔ سید جلال الدین عمری، **عورت اسلامی معاشرہ میں**، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۳

۱۹۔ **اصابہ فی تمییز الصحابہ**، ۴/ ۲۷۸

۲۰۔ **سیر الصحابیات**، ص ۶۱

۲۱۔ عنایت اللہ سبحانی، ''عورت کے سماجی، معاشی و سیاسی حقوق-قرآن کریم کی روشنی میں''، **عصر حاضر کے مسائل اور قرآنی تعلیمات- مقالات سیمینار** (خصوصی اشاعت، **ششماہی علوم القرآن**، ۲۲/۲-۲۴/۱، جولائی ۲۰۰۷ء- جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۴

۲۲۔ سلطان احمد اصلاحی، خواتین کی ملازمت (سوال و جواب)، سہ ماہی **علم وادب** (علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گڑھ)، ۴/۲، اپریل- جون ۲۰۱۰ء، ص ۴۵-۴۶

۲۳ عورت اسلامی معاشرہ میں، محولہ بالا، ص ۷۱

۲۴ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، سنن ابوداؤد، کتاب الخراج والفیئی والامارۃ، باب مایلزم الامام من حق الرعیتہ

۲۵ سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب افضل النساء

۲۶ عورت اسلامی معاشرہ میں، ص ۲۲۰

۲۷ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص ۱۸۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

سیاست وحکومت اور قرآن کے رہنما اصول

قرآن کریم وہ عظیم ترین کتابِ ہدایت ہے جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں (معاشرت ومعیشت اور سیاست وحکومت) سے متعلق انسان کو رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس سے متعلق قرآن کے رہنما اصول نہ ملتے ہوں۔ ان اصول وہدایات کی بہترین تشریح وترجمانی نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال کی صورت میں دستیاب ہے۔ ان سے ہر دور میں فائدہ اٹھایا جاتا رہا ہے اور تا قیامت ان کا فیض جاری رہے گا۔ قرآن مجید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حاکمیت کا اختیار اصلاً اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہی اقتدار اعلیٰ کا مالک ہے، اسی کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ قرآن کی یہ آیات اسی حقیقت کی ترجمان ہیں:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ (یوسف ۱۲/۴۰)

بلاشبہ حکومت اللہ ہی کی ہے اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، یہی سیدھا وسچا دین ہے۔

یعنی وہی حقیقی فرماں روا ہے، زمین وآسمان میں اسی کی فرماں روائی چلتی ہے، بندوں کا کام یہ ہے کہ وہ فرماں روائے حقیقی کی بندگی بجالائیں، اس کے احکام کی پیروی کریں اور رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ بھیجی ہوئی ہدایات کو قبول کریں اور انھیں اپنی زندگی میں جاری وساری کریں، یہی سچا دین ہے اور یہی اسلام کا سیدھا راستہ ہے، قرآن کا تصور حکومت اس بنیاد پر قائم ہے کہ نہ تو اللہ کی فرماں روائی میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کے اقتدار میں کوئی اس کا ساجھی ہے وہ حاکمِ کل ہے اور مالک الملک ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيراً۔ (بنی اسرائیل ۱۱۱/۱۷)

اور نہ کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا مددگار ہو اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجہ کی بڑائی۔

يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ۔ (آل عمران ۱۵۴/۳)

وہ پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے لیے معاملات میں کچھ اختیار ہے کہہ دو ہر طرح کا معاملہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ۔ (الاعراف ۵۴/۷)

خبردار تخلیق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

یعنی وہ نہ صرف خالقِ کائنات ہے بلکہ اس کا منتظم بھی وہی ہے اور قانونی حاکمیت بھی اسی کے لیے مخصوص ہے۔ دنیا کے نظام میں ہر طرح کا فیصلہ وہی کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا نہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ۔ (الرعد ۴۱/۱۳)

اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا نہیں ہے۔

انسانوں تک اپنے احکام و ہدایات پہونچانے اور ان کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ جاری کیا اور انبیاء کرام کی یہ ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچائیں، لوگوں کو اللہ کا بتایا ہوا راستہ دکھائیں، دین حق کو غالب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں اور اللہ کے احکام کی روشنی میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (الحدید ۲۵/۵۷)

اور ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب ہدایت اور عدل و انصاف کے فرمان اتارے تاکہ لوگ انصاف پر قایم رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ہدایت کی روشنی کے ساتھ مبعوث فرمایا اور کچھ کو ہدایت نامہ بھی عطا فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائیں، انھیں وہ سیدھا راستہ (صراط مستقیم) دکھائیں جو فوز و فلاح تک پہونچانے والا ہے اور وہ دنیا میں اس نظام کو برپا کریں جس پر ساری انسانیت کی فلاح و بہبود منحصر ہے۔

آخری رسول ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ۔ (المائدہ ۵/۶۷)

اے رسول لوگوں تک پہونچا دیجیے جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۔ (النحل ۱۶/۴۴)

اور ہم نے آپ پر یہ ذکر یعنی قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے ان باتوں کی وضاحت کریں جو ان کے لیے نازل کی گئیں اور تا کہ وہ غور کریں۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۔ (النساء ۴/۱۰۵)

ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ۔ (التوبہ ۹/۳۳)

اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔

ان آیات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بالخصوص آخری نبی ﷺ کی ذمہ داریاں کتنی اہم تھیں اور کس عظیم مقصد سے اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تھا، ان کا مقام و مرتبہ ان آیات سے بخوبی واضح ہوتا ہے جن میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کا لازمہ قرار دیا گیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک آیت میں واضح طور پر مومنین کو خطاب کرتے ہوئے یہ ہدایت دی گئی کہ رسول ﷺ جو کچھ حکم دیں اسے قبول کرو اور جس بات سے وہ منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ ارشادِ الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ (الانفال ۸/۲۰)	اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔
مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء ۴/۸۰)	اور جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر ۵۹/۷)	اور رسول تمھیں جو حکم دیں اسے قبول کرلو اور جس سے وہ روکیں اس سے رک جاؤ۔

اور یہ آیت تو بہت ہی مشہور ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب ۳۳/۲۱)	بلاشبہ رسول اللہ کی زندگی میں تمھارے لیے پیروی کا بہترین نمونہ ہے۔

یعنی رسول اکرم ﷺ کی زندگی مثالی زندگی ہے اس میں اہل ایمان کے لیے ہر شعبۂ حیات میں بہترین نمونہ ہے۔ سیاست وحکومت کے باب میں بھی آپ ﷺ نے امت کو خیر کی راہ دکھائی ہے اور قرآنی ہدایات کے مطابق حکومت کا ایسا نظام قایم کیا جو سب کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا۔

سیرت کے واقعات شاہد ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی مدنی زندگی میں تنظیم ریاست کا کام پایۂ انجام کو پہنچا جو آئندہ کی مسلم ریاستوں کے لیے بہترین نمونہ قرار پایا۔

اس ریاست کی کارکردگی سے وہ بنیادی مقاصد واضح ہوتے ہیں جن کی تکمیل ایک اسلامی ریاست سے مطلوب ہوتی ہے۔ قرآن کی رو سے اسلامی ریاست بڑی عظیم ذمہ داریوں کی حامل ہوتی ہے۔ ایک جانب وہ دین حق کے نظام کو جاری وساری کرتی ہے، نیکی کے فروغ اور برائیوں کو مٹانے کے لیے اپنے وسائل استعمال کرتی ہے تو دوسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب وہ سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے، امن وامان قایم کرتی ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کے کام انجام دیتی ہے۔ اہل ایمان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ۔ (الحج ۲۲/۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم اگر زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قایم کریں گے، زکواۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

درحقیقت اسلامی ریاست کی غرض و غایت کا مرکزی نکتہ انسانیت کی بھلائی ہے اور اس سے بڑھ کر انسانیت کی بھلائی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا تعلق اپنے خالق و مالک سے استوار ہوجائے اور اسے وہ راہ معلوم ہوجائے جس پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ نماز و زکواۃ کے اہتمام سے اصلاً یہی مقصود ہے۔ آپ ﷺ سے قبل دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا تھا کہ وہ نیک کام انجام دیں اور نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کریں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ۔ (الانبیاء ۲۱/۷۳)

اور ہم نے انھیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قایم کرنے اور زکواۃ دینے کی ہدایت کی۔

گویا کہ نیک کاموں میں ان دونوں عبادات کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ انسان کی انفرادی زندگی کی تعمیر اور اس کی اصلاح و تربیت میں ان دونوں عبادات کا خاص دخل ہے۔ نماز سے بندہ کو اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے حقوق العباد کی ادائیگی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ انسانی زندگی کے تین معروف شعبے ہیں: معاشرتی، معاشی اور سیاسی۔ ان سب کی بہتری اور ترقی اس پر منحصر ہے کہ خیر کو فروغ حاصل ہو اور شر پر قدغن لگائی جائی۔ اسی لیے اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں معروف کی ترویج اور منکر پر پابندی کا اہتمام شامل ہے اور اس کی بہتر طور پر انجام دہی اسی وقت ممکن ہے جب ریاست اس کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرے۔ اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت وتبلیغ کا اہتمام اور انتظامی مشنری کا استعمال دونوں شامل ہیں۔

معروف ومنکر قرآن کی بہت اہم اصطلاح ہے معروف سے مراد ہر وہ بھلائی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول بھلائی قرار دیتے ہیں اور منکر سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول برائی کہتے ہیں۔ معروف کا پھیلانا اور منکر سے روکنا انتہائی اہم فریضہ ہے اور یہ امت مسلمہ کی شناخت ہے[۱]۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انفرادی طور پر یہ ہر مسلم کی ذمہ داری ہے اور سربراہان مملکت کے بنیادی فرائض میں بھی یہ داخل ہے گویا انفرادی و اجتماعی دونوں طور پر یہ اہل ایمان کے امتیازات میں سے ہے کہ وہ خیر کی دعوت دیتے ہیں اور لوگوں کو برائی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مذکورہ بالا آیت (الحج ۴۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ''یعنی اللہ کے مددگار اور اس کی تائید ونصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انھیں حکومت وفرماں روائی بخشی جائے تو ان کا ذاتی کردار فسق وفجور اور کبر وغرور کے بجائے اقامت صلوٰۃ ہو۔ ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتائے زکوٰۃ میں صرف ہو۔ ان کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے ان کے دبانے میں استعمال ہو۔ اس ایک فقرے میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ کوئی سمجھنا چاہے تو اسی ایک فقرے سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت فی الواقع کس چیز کا نام ہے''[۲]۔

درحقیقت قرآن کریم سے یہی پیغام ملتا ہے کہ پوری امت مسلمہ کا مزاج داعیانہ ہوتا ہے۔ یہ امت برپا ہی اسی لیے کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو خیر کی دعوت دے، نیکی کو پھیلائے اور انھیں برے کاموں سے باز رکھے۔ حکمراں بھی امت کا ایک فرد ہوتا ہے بس اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ امت کے اجتماعی نظام کو رواں دواں رکھنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذمہ دار ہوتا ہے لیکن اس کی داعیانہ حیثیت بہرحال برقرار رہتی ہے۔ سچ پوچھیے تو اسلامی حکومت کے وجود میں آنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ دین حق کے پیغام کو پھیلایا جائے ،عدل کا نظام قایم کیا جائے اور اس طریقہ زندگی کی طرف لوگوں کو بلایا جائے جو اللہ رب العزت کا پسندیدہ ومقرر کردہ ہے، رسول اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔ (الشوریٰ ۴۲/۱۵)

پس اے رسول انھیں حق کی دعوت دیتے رہیے اور آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر جمے رہیے، ان کی خواہشات کو ہرگز نہ مانیے اور یہ کہیے کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ تمھارے درمیان انصاف کروں۔

یہ آیت اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس میں رسول کے فرائض، مسلم حکمراں کی ذمہ داریاں اور اسلامی حکومت کے قیام کا مقصد بڑے جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے اور وہ ہیں دعوت دین، حکم الٰہی پر استقامت، خواہشات نفسانی سے اجتناب اور عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل۔ ایک دوسری آیت میں دعوت دین کی اہمیت واضح کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے، نیکی کو فروغ دے اور برائی سے لوگوں کو روکے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (آل عمران ۳/۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ ہیں جو فلاح وکامرانی پائیں گے۔

اس آیت سے اسلامی حکومت کی نسبت سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول یہ کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ امت میں ایسے افراد تیار ہوں جو دعوت دین کا فریضہ انجام دے سکیں اور لوگوں کو کامیابی کی راہ دکھا سکیں۔ اس کے لیے دینی تعلیم کا اہتمام، مدارس کا قیام اور دعوت وارشاد کے لیے طلبہ کی تربیت کا نظم حکومت کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہوسکتی۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی قوت نافذہ کو استعمال کرتے ہوئے بھلائیوں کو فروغ دے اور برائیوں کا سدباب کرے۔ موجودہ دور میں جب کہ خیر سے بے توجہی، معاشرتی انحطاط اور اخلاقی زوال کا ماحول چھایا ہوا ہے اور سماج میں طرح طرح کی برائیاں پنپ رہی ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نسبت سے امت اور مسلم حکومتوں کی ذمہ داریاں بڑھتی جارہی ہیں۔

یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ معاشرہ میں اسی وقت نیکی کو فروغ حاصل ہوگا اور برائی کا قلع قمع ہوگا جب عدل وانصاف کا بول وبالا ہو اور بلا کسی امتیاز ہر ایک کو اس کے حقوق ادا کیے جائیں۔ اسی لیے قرآن نے اہل ایمان کو عام طور پر اور حکمرانوں کو خاص طور پر عدل وانصاف برتنے کی ہدایت دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ۔ (النساء ۴/۱۳۵)

اے ایمان والو انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے گواہ بنو گرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔

اہل اسلام کو ہدایت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ (النساء ۴/۵۸)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اس آیت کے مخاطب خاص طور سے اہل حکومت واصحاب منصب معلوم ہوتے ہیں، قرآن کریم میں بار بار عدل وانصاف برتنے پر اس لیے زور دیا گیا ہے کہ اس کا تعلق انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے ہے، اس کے بغیر نہ تو انفرادی زندگی کی تعمیر مکمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتی ہے، نہ تو معاشرتی نظام صحیح رخ پر قایم ہوسکتا ہے اور نہ حکومت کے معاملات بہتر طور پر انجام پاسکتے ہیں۔ یہ دراصل اسلامی نظامِ زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہے جس کے بغیر یہ نظام صحیح نہج پر باقی نہیں رہ سکتا۔ مزید براں قرآن کی رو سے عدل وانصاف سے کام لینا خداترسی سے زیادہ قریب ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ متقیوں کے اوصاف میں سے ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔ (المائدہ ۵/۸)

انصاف کی روش اختیار کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔

اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ یہ وصف مسلم معاشرہ میں پروان چڑھے تاکہ اسلامی نظام زندگی کی جڑیں مضبوط ہوں اور اِس نظام کو فروغ حاصل ہو۔ قرآن کریم میں مختلف انداز میں تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اہلِ تقویٰ کے بلند مقام ومرتبہ کو واضح کیا گیا ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ (التوبۃ ۹/۷)

بے شک اللہ تقویٰ والوں کو پسند فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ۔ (النحل ۱۶/۱۲۸)

بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو نیکی کرنے والے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ حق وانصاف کے مطابق فیصلہ کی بنیاد کیا ہوگی۔ اسے بھی قرآن نے دوٹوک انداز میں واضح کردیا ہے کہ یہ بنیادیں قرآن وسنت ہی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب ہم نے نازل کردی ہے۔ اب آپ لوگوں کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔ ارشادِ ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۔ (النساء۴/۱۰۵)

اے رسول ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر اتاری ہے تاکہ آپ خدا کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق فیصلہ کریں۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ ہدایت کا دوسرا سرچشمہ حدیث ہے۔ اس سے قرآنی احکام و ہدایات کی تشریح ہوتی ہے اور یہ خود بھی اسلامی شریعت کا دوسرا مآخذ ہے۔ ایک دوسری آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے، لوگوں میں تنازع کھڑا ہو جائے یا امیر و مامور میں کوئی معاملہ تصفیہ طلب ہو تو اس کا حل کتاب وسنت میں تلاش کیا جائے اور اس کی روشنی میں جو بھی فیصلہ سامنے آئے اسے بلا پس وپیش قبول کیا جائے۔ اختلافات کو دور کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے اور اسی میں لوگوں کے لیے خیر ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (النساء۴/۵۹)

پھر اگر کسی معاملہ میں تمھارے درمیان نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی سچے دل سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی یہ اچھا ہے۔

انفرادی و اجتماعی دونوں معاملات کے لیے یہ بڑی اہم آیت ہے اس کے مخاطب عام مسلمان ہیں اور حکمراں بھی، علماء ہیں اور قاضی و مفتی بھی، عوام ہیں اور خواص بھی۔

عدل و انصاف کے باب میں قرآن کی ان روشن تعلیمات اور رہنما اصولوں کے علاوہ ایک اور پہلو سے بھی اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے اور وہ ہے لوگوں کے سماجی و معاشی حقوق کی ادائیگی۔ یہ بھی عدل وانصاف کے تقاضوں میں سے ہے۔ بلاشبہ انصاف کا ماحصل یہ ہے کہ جس کا جو حق ہے اسے پورا پورا ادا کیا جائے اور دوسروں کے حق پر دست درازی نہ کی جائے۔ دوسرے لفظوں میں انصاف انسانوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باہمی حقوق کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ ان میں دوطرح کے لوگ ہیں ایک وہ جن کے ساتھ شب و روز زندگی بسر ہوتی ہے یا زیادہ تعلقات و معاملات رہتے ہیں مثلاً والدین، اقرباء، پڑوسی اور ساتھی۔ دوسرے وہ جو سماج کے کمزور طبقے کے لوگ کہے جاتے ہیں یا جن کے ساتھ ناانصافی کے زیادہ واقعات پیش آتے ہیں، ان میں بوڑھے والدین، عورتیں (بالخصوص بیوہ عورتیں)، یتامیٰ، غرباء و مساکین، اہل حاجت، غلام و خادم شامل کیے جاسکتے ہیں، قرآن میں ان کے حقوق کے تحفظ کی خاص ہدایات ملتی ہیں ان کے مخاطب اہل حکومت بھی ہیں، اوپر یہ بیان کیا گیا کہ قرآن کی رو سے حکمرانوں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ عدل وانصاف کے قیام کو یقینی بنائیں۔ اسی طرح کمزور طبقات کے حقوق کا تحفظ بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ اس کے بغیر انصاف کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

حکومت کی ذمہ داری انجام دینے یا اس امانت کا حق ادا کرنے میں ایک اور چیز جسے قرآن نے بہت اہمیت دی ہے وہ ہے پیش آنے والے معاملات میں باہم مشورہ کرنا یا شورائیت کا نظام قائم کرنا، اس کی اہمیت اس سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ پوری ایک سورہ اسی نام سے ہے۔ دوسرے قرآن نے اسے اہل اسلام کا وصف قرار دیا ہے کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ (الشوریٰ ۴۲/۳۸) اور ان کے معاملے باہم مشورہ سے چلتے ہیں۔

اس آیت میں باہم مشورہ کرنے کو مسلمانوں کے امتیازی اوصاف میں شمار کیا گیا ہے تو ایک دوسری آیت میں باقاعدہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (آل عمران ۳/۱۵۹) اور معاملات میں لوگوں سے مشورہ کیجیے۔

یہ حکم نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ ﷺ امت میں سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ متقی اور فکر و نظر کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو صحابہ سے مشورہ کا حکم دیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے مشاورت کے فوائد و برکات ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایک اہم حصہ تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے توسط سے اس آیت کے مخاطب تمام اہل اسلام بالخصوص وہ لوگ ہیں جو اجتماعی امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور جن کے ہاتھوں میں ریاست کی سربراہی ہوتی ہے۔ گویا کہ مسلمانوں کا امیر یا اسلامی ریاست کا سربراہ اجتماعی امور کی انجام دہی کے لیے لوگوں سے مشورہ لینے کا پابند ہے۔ اس قرآنی حکم پر عمل کر کے نبی کریم ﷺ نے پوری امت کو یہ راہ دکھادی ہے اور اسے اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت اس بات کی شاہد ہے کہ صحابہ کرام سے مشورہ کرنا اور پھر اس کی روشنی میں فیصلہ لینا آپ کے معمولات میں سے تھا[۳]۔

سچ یہ ہے کہ مشاورت میں بڑی خیر و برکت ہے اس لیے کہ یہ قرآن کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ مشورہ سے بہت سے لوگوں کی رایوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص کے ذہن میں وہ بات نہ آئے جو دوسرے کی فکر و سوچ کا نتیجہ ہو اور پھر وہی زیادہ موزوں اور قرینِ صواب معلوم ہو۔ مشورہ میں جو خیر و برکت کا پہلو ہے اجتماعی معاملات میں اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ ان کا تعلق بہت سے لوگوں سے ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل حکومت کو مشورہ کا پابند قرار دیا گیا ہے۔ مشورہ کے بغیر اجتماعی امور انجام دینا قرآن و سنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اجتماعی امور میں مشورہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی ریاست کے مصنف گرامی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رقم طراز ہیں:

> ''جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کوئی شخص جو خدا سے ڈرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جواب دہی اسے اپنے رب کے ساتھ کرنی پڑے گی کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کرسکتا اس طرح کی جرأتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں، خدا ترس اور آخرت کی باز پرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن سے بھی متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوان سب کو یا ان کے اپنے بھروسے کے نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریک مشورہ کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح و بے لاگ اور مبنی بر انصاف فیصلہ کیا جاسکے اور اگر نادانستہ کوئی غلطی ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک ہی شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آپڑے''۴۔

قرآن وحدیث میں اجتماعی امور میں مشاورت پر جو زور دیا گیا ہے اس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ اسلام جمہوری نظام حکومت کا حامی ہے وہ افراد امت بالخصوص ارباب حل وعقد اور اصحاب الرای کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اہم معاملات میں کھل کر اپنی رائے ظاہر کریں اور زیر غور معاملہ پر بحث ومباحثہ میں پوری آزادی سے حصہ لیں۔ مذکورہ بالا آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حکمراں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہم معاملات میں لوگوں سے مشورہ طلب کرے اور جو بات مشورہ سے طے ہو جائے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس پر عمل کرے۔ ارشاد الٰہی ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ پھر جب آپ (مشورہ کے بعد) کسی کام کا پختہ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیے۔ (آل عمران ۳/۱۵۹)

رہا یہ سوال کہ مشورہ کس سے لیا جائے کون سے لوگ مشورہ دینے یا مجلس شوریٰ کے ممبر ہونے کے اہل ہیں یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر یہاں بحث کی گنجائش نہیں لیکن اسلامی حکومت کا جو مزاج ہوتا ہے اور اسلامی ریاست کے جو مقاصد ہوتے ہیں ان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشورہ کے اہل وہی افرادِ امت ہیں جنھوں نے دین کے لیے قربانیاں دی ہوں، جن کی دیانت، نیکی وتقویٰ شکوک وشبہات سے بالاتر ہو اور کم از کم جن کی دین سے وابستگی مستحکم ہو۵۔ مزید براں یہاں اس جانب اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ دینے والے کی حیثیت صاحبِ امانت کی ہوتی ہے۔ مشہور حدیث ہے: المستشار مؤتمن ۶۔ اس لیے اصحابِ مشورہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر پوری دیانت داری کے ساتھ مشورہ دیں اس لیے کہ ان کے مشورہ پر اجتماعی فیصلہ منحصر ہوتا ہے جو دینی، سیاسی واجتماعی اعتبار سے بڑے دوررس نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مجلس شوریٰ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ امیر یا حاکم کے انتخاب کے وقت اپنی ذمہ داری پوری دیانت داری کے ساتھ نبھائے اسی طرح حاکم یا سربراہ ریاست کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عہدہ ومنصب کے لیے کسی کو مقرر کرتے وقت یہ جانچے اور پرکھے کہ وہ شخص اس منصب کے تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل ہے کہ نہیں اور وہ دیانت داری وامانت کے اوصاف سے متصف ہے کہ نہیں۔ قرآن کی یہ اصولی ہدایت اس آیت سے ملتی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ (النساء۴/۵۸) بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کردو۔

گرچہ اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اے لوگو جن کی امانتیں تمھارے پاس رکھی ہوئی ہیں انہیں بلاکم وکاست ان کے حوالہ کردو یعنی اس میں ذرا بھی خرد برد نہ کرو، لیکن بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امانت کو ذمہ داری، عہدہ ومنصب کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے اور اسے اسلام کے اصولِ انتخاب کے لیے رہنما آیت قرار دیا ہے اور اس کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سربراہ ریاست ہو یا منتظمین حکومت ان سب کے انتخاب میں اہلیت، دیانت اور تقویٰ ہی معیار قرار پائے گا۔ تفہیم القرآن کے مؤلف گرامی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''یعنی (اے مسلمانو) تم ان برائیوں سے بچے رہنا جن میں بنی اسرائیل مبتلا ہوگئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انھوں نے اپنے انحطاط کے زمانہ میں امانتیں یعنی ذمہ داری کے منصب اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے رتبے (Position of Trust) ایسے لوگوں کو دینے شروع کیے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا بلکہ امانتیں انہی کے سپرد کردینا جو ان کے اہل ہوں، یعنی جن میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارِامانت اٹھانے کی صلاحیت ہو'' ہے۔

گویا کہ حکومت کی ذمہ داری ایک امانت ہے یہ انہی لوگوں کے سپرد کرنی چاہیے جو اس کے اٹھانے کی صلاحیت و اہلیت رکھتے ہوں ورنہ حکومت کی کارکردگی متاثر ہوگی اور وہ غرض و غایت پوری نہیں ہو پائے گی جو اسلامی حکومت سے مقصود ہے اس لیے کہ صالح قیادت اور انتظامی امور کی دیانت دارانہ انجام دہی پر ہی اقامتِ دین اور عوام کی فلاح و بہبود منحصر ہے اور اللہ کی تائید و نصرت انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو تقویٰ کی صفت سے متصف ہوں گے اور ذمہ داری یا منصب کو امانت سمجھتے ہوئے اس کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (التوبہ ۹/۳۶) اور جان لو کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی برمحل معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح ذمہ داری و منصب کے لیے کسی کو منتخب کرنا امانت ہے، اسی طرح یہ ذمہ داری و منصب جس کے سپرد کیا جائے وہ اس کے لیے امانت بن جاتی ہے۔ اب صاحبِ منصب کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دیانت داری سے اس کا حق ادا کرے اور اپنے منصب کا بیجا استعمال نہ کرے ورنہ وہ خیانت کا مرتکب ہوگا۔ قرآن میں بڑی سختی سے امانت میں خیانت کی ممانعت کی گئی ہے اور اس سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَخُوْنُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (الانفال ۸/۲۷) اے ایمان والو جانتے بوجھتے اللہ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہو۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا محمد یوسف اصلاحی رقم طراز ہیں:

''اللہ اور اس کے رسول سے خیانت یہ ہے کہ زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کیا جائے اور عملاً اس کے احکام سے سرتابی اور دینی فرائض اور ذمہ داریوں سے غفلت برتی جائے۔ اپنی امانتوں سے مراد وہ امانتیں اور ذمہ داریاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو افراد یا جماعت کی جانب سے کسی کے سپرد کی جائیں‘‘ ۸؎۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سیاسی نظام میں امیر یا حکمراں کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے وہ اجتماعی امور کا ذمہ دار، ریاست کا سربراہ اور امت کے مفاد کا پاسباں ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے انتخاب کو امانت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کو لازمی قرار دیا گیا ہے لیکن یہ اطاعت غیر مشروط نہیں بلکہ مشروط ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُوا أَطِيعُوا اللّهَ وَأَطِيـعُـوا الـرَّسُـولَ وَأُوْلِـي الأَمْـرِ مِنكُمْ۔ (النساء ۴/۵۹)	اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان اصحابِ امر کی جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت تمام مومنین پر فرض ہے خواہ وہ عام لوگ ہوں یا حکومت کے ذمہ دار ہوں۔ گویا کہ اہل ایمان میں سے انہی اصحابِ امر یا حکمرانوں کی اطاعت فرض ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے فرماں بردار ہوں، یعنی اگر ان کا کوئی فرمان اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول نہ ہوگا بلکہ رد کر دیا جائے گا۔ اس کی مزید وضاحت اس آیت سے (النساء ۴/۵۹) ملتی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں میں یا امیر و مامور میں کوئی نزاعی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں تلاش کیا جائے گا اور اس کے نتیجہ میں جو فیصلہ بھی سامنے آئے گا اسے بلا چوں چرا قبول کیا جائے گا۔ ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُوا أَطِيعُوا اللَّـهَ وَأَطِيـعُـوا الـرَّسُـولَ وَلَا تُبْطِـلُـوا أَعْمَالَكُمْ۔ (محمد ۴۷/۳۳)	اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی اپنے اعمال کو باطل کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جو حکمراں بھی ایسا کرے گا وہ اس لائق نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے یا اس کی باتوں کو قبول کیا جائے۔ مقصود یہ کہ اولوالامر یا امیر کی اطاعت اللہ و اس کے رسول کی اطاعت کے تحت ہے نہ کہ اس سے آزاد یا خلاف۔ اصلاً وہی حکمراں اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے جو صحیح معنوں میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا پابند ہو۔

اسلام میں اجتماعی نظام کی شیرازہ بندی اور حکومت کے استحکام کے لیے باہمی اخوت و یگانگت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، خاص طور سے اس اخوت کو جس کی بنیاد اسلام پر ہو۔ قرآن کی نظر میں مسلمانوں کی عالمگیر وحدت کی بنیاد اسلام ہے۔ اس بنیاد پر جو وحدت قایم ہوگی وہ پائیدار ہوگی اور یہی اصلاً ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے گی اور بنیان مرصوص کی صورت میں مضبوطی بخشے گی۔ فرد کے علاوہ یہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اتحاد و اتفاق کی فضا کو پروان چڑھائے اور اجتماعی شیرازہ بندی کے استحکام کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اس کے لیے دعوت و ارشاد کا اہتمام کرے اور ضرورت کے وقت انتظامی مشنری کو بھی استعمال کرے۔ قرآن نے اہل اسلام کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دی ہے۔ یہ رسی اسلام کی رسی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔ قرآن کی اس آیت میں اسی رسی کے سہارے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے کی ہدایت دی گئی ہے اور ان تمام باتوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے جو اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ (آل عمران ۳/۱۰۳)	تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور آپس میں متفرق نہ ہو جانا۔

اس آیت کے مخاطب تمام مسلمانان ہیں جن میں اہل حکومت کے ذمہ داران بھی شامل ہیں۔ ہر شخص سے انفرادی طور پر قرآن کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ صلح و مصالحت کی راہ اختیار کرے اور اختلاف و افتراق سے اپنے کو دور رکھے۔ ارشاد ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ (الانفال ۸/۱) — پس اللہ سے ڈرو اور اپنے تعلقات کی اصلاح کرلو۔

مسلمانوں میں آپس میں اختلاف ہونے کی صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان میں آپس میں صلح کرائے اور ان میں اتحاد و اتفاق قایم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔ (الحجرات ۴۹/۱۰) — بے شک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا۔ (الحجرات ۴۹/۹) — اور اگر مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔

گرچہ ان قرآنی ہدایات کے مخاطب عام مسلمان ہیں لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان میں خاص خطاب سربراہانِ ریاست یا حکمرانوں سے ہے اس لیے کہ ان کے فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قایم رکھنے کے لیے مناسب اقدام کریں اور اگر وہ اختلاف و افتراق کا شکار ہوجائیں تو ان میں صلح و مصالحت کرائیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اس آیت کے حکم کو پورا کرکے مثال بھی قایم کردی ہے، آپ ﷺ کو جب بھی کہیں کسی نزاع یا باہمی اختلاف کی خبر ملتی تو آپ وہاں تشریف لے جاتے اور لوگوں میں صلح کراتے اور بعض اوقات اس کام کو فرائض پر مقدم رکھتے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اصلاح بین الناس کو کتنی اہمیت دیتے تھے[۹]۔

حکومت کے نظم و نسق کو منضبط کرنے، اختلافات کو رفع کرنے اور نزاعی مقدمات کے فیصلہ کے لیے ایک اور چیز جس پر قرآن نے بہت زور دیا ہے وہ ہے ریکارڈ یا دستاویز تیار کرنا۔ حقیقت یہ کہ حکومت کے کام کو انجام دیتے ہوئے مختلف معاملات میں ریکارڈ تیار کرانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر انتظامی امور کی انجام دہی مشکل ہوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ قرآن نے انفرادی و اجتماعی دونوں معاملات میں اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گرچہ اس باب میں قرآنی ہدایات کا خاص تعلق قرض کے معاملہ سے ہے جسے مشہور آیتِ دین (البقرہ ۲/۲۸۲) میں بیان کیا گیا ہے اسے لین دین کے عام معاملات پر منطبق کرنا غلط نہ ہوگا جیسا کہ باب چہارم میں واضح کیا جاچکا ہے۔ قرض تو مالی معاملہ کی ایک صورت ہے اس طرح کے مالی معاملات بہت سے ہیں جو روز مرہ زندگی میں انجام پاتے ہیں۔ اگر ان کا تعلق حکومت سے ہے تو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ دستاویز تیار کرانے کا اہتمام کرے۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ قرآن نے دستاویز تیار کرنے کی حکمت بھی واضح کردی کہ اس سے ضرورت کے وقت شک و شبہ کے ازالہ، شہادت کے قیام اور انصاف ملنے میں مدد ملے گی۔ قرآن کریم کی ہدایت ملاحظہ ہو:

وَلَا تَسْئَمُوْٓا أَن تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوْٓا۔ (البقرہ ۲/۲۸۲)

اور مقررہ مدت کے ساتھ دستاویز لکھوانے میں تساہلی نہ کرو چاہے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ قرین انصاف ہے اس سے شہادت قایم کرنے میں زیادہ سہولت ہے اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ کم سے کم ہوجاتا ہے۔

اس باب میں قرآن کی دوسری اہم ہدایت یہ ہے کہ دستاویز لکھنے والا صحیح صحیح لکھے اس میں کچھ کم وبیش نہ کرے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ۔ (البقرہ ۲/۲۸۲)

اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمھارے (فریقین کے) درمیان انصاف سے دستاویز تیار کرے۔

گویا حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ریکارڈ محفوظ کرنے کے لیے ایسے افسران یا اہل کار مقرر کرے جو دیانت داری اور احتیاط سے اس کام کو انجام دینے والے ہوں۔

یہاں اس امر کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مالیات سے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امور میں شکوک وشبہات، اختلافات اور باہمی تنازع زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن میں ان سے متعلق صحیح ریکارڈ تیار کرنے اور محفوظ رکھنے کی خاص ہدایت دی گئی ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کا ہر انتظامی شعبہ اس کا محتاج ہے کہ اس کے ضروری کاغذات ضبط تحریر میں لائے جائیں اور ان کا ریکارڈ محفوظ رکھا جائے تاکہ ضرورت کے وقت انھیں استعمال کیا جاسکے۔ قرآن کی مذکورہ بالا ہدایات اس باب میں بہت مفید و کارگر ثابت ہوسکتی ہیں اور نظم ونسق کے مختلف شعبوں سے متعلق ریکارڈ کی تیاری میں ان سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں حکومت کے انتظامی امور وسیع سے وسیع تر ہوتے جارہے ہیں، دوسری جانب مالی بدعنوانی، رشوت ستانی اور بے ضابطگی کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں۔ ان حالات میں صحیح ریکارڈ کی تیاری، معاملات میں دیانت داری، شہادت میں راست بازی اور انصاف پر عمل آوری سے متعلق قرآنی ہدایات کی اہمیت ومعنویت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

مذکورہ مباحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے سیاسی نظام کے لیے جو رہنما اصول عطا کیے اور حکومت کے جو اصول وضوابط وضع کیے ہیں وہ ہر دور میں قابل نفاذ اور باعثِ خیر وبرکت ہیں۔ قرآن نے امیر یا حکمراں کے انتخاب کو امانت سے تعبیر کیا ہے اور خود حکمرانی کی ذمہ داری کو بھی امانت قرار دیا ہے اس سے منصب کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور صاحب منصب کی عظیم ذمہ داری بھی سامنے آتی ہے۔ قرآن نے اللہ رب العزت کے اقتدار اعلیٰ کا تصور پیش کرکے امیر یا سربراہ ریاست کو احکام الٰہی اور تعلیمات نبوی ﷺ کا پابند بنادیا ہے یعنی اسلامی ریاست کے امور انہی حدود کے اندر انجام پائیں گے، ان سے آزاد ہوکر نہیں۔ قرآن کی رو سے اسلامی ریاست بنیادی طور پر فلاحی ریاست ہوتی ہے۔ اس کی نظر میں انسان کی سب سے بڑی فلاح اس میں مضمر ہے کہ اس کا تعلق اپنے خالق و مالک سے جڑ جائے اور وہ اس نظام زندگی کو اختیار کرنے والا بن جائے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اور جس کی جانب رہنمائی کے لیے وہ اپنے انبیاء مبعوث فرماتا رہا ہے۔ اسی لیے جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داری یہ قرار پائی کہ وہ لوگوں کو اس نظام حیات سے واقف کرانے کا اہتمام کرے اور اسے عملی طور پر جاری وساری کرنے کے لیے اقدام کرے۔ قرآن یہ چاہتا ہے کہ دین حق کو غلبہ نصیب ہو، نیکی کو فروغ حاصل ہو اور برائی کی تمام شکلیں مٹ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد اقامت دین اور اس کی اولین ذمہ داری دین حق کی دعوت یا تبلیغ اسلام کا اہتمام ہے اور اسی کو قرآن نے دعوت الی الخیر یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن کریم نے اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد میں عدل وانصاف کے قیام کو خاص اہمیت دی ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر نہ تو معاشرہ میں امن وامان قایم ہوسکتا ہے اور نہ لوگوں کے حقوق کو تحفظ مل سکتا ہے۔ قرآن کے اصول حکمرانی میں مشاورت کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے، خاص طور سے اہم امور میں امت یا ان کے نمائندوں سے مشورہ لینا ضروری ہے، باہم مشورہ کے بعد اجتماعی فیصلہ کی بنیاد پر جو کام انجام پائے گا اس میں خیر و برکت ہوگی اور وہ زیادہ قرین صواب ہوگا۔ آپس میں بھائی چارگی کا ماحول قایم رکھنا، اختلافات کو دور کرنا اور دو فریقوں میں نزاع کی صورت میں ان میں مصالحت کرانا مسلم حکمراں کے فرائض میں سے ہے۔ اس سے باہمی تعلقات مضبوط ہوں گے اور ماحول خوش گوار رہے گا۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم میں سیاست وحکومت کے رہنما اصول بڑے جامع انداز میں ملتے ہیں۔ ان کی تشریح وترجمانی کے لیے نبی کریم ﷺ کا اسوہ مبارک کافی ہے۔ ان اصول وضوابط کی بنیاد پر جو ریاست قایم ہوگی وہ نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی۔ موجودہ حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم حکمراں قرآن کے اصول وضوابط کو اپنائیں اور انہی کے مطابق اپنی حکومت کا نظام چلائیں۔ اسی میں خیر ہے ان کے لیے بھی اور ان کے ملکوں کے عوام کے لیے بھی۔ اللہ کرے ہر شعبۂ حیات میں ہم قرآن وسنت پر کاربند ہو جائیں۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً (الاحزاب ۳۳/۷۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: سید جلال الدین عمری، **معروف و منکر**، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن**، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ۲۳۴/۳، حاشیہ نمبر ۸۵

۳۔ **اسلام میں مشورہ کی اہمیت**، حصہ دوم (افاضات مولانا مفتی محمد شفیع) ادارہ تاج المعارف، دیوبند، ۱۹۵۷ء، ص ۱۵۶-۱۶۷، محمد یوسف فاروقی، **عہد رسالت میں معاشرت اور مملکت کی تشکیل**، اظہار القرآن، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۲-۱۳۱

۴۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، **اسلامی ریاست** (مرتبہ پروفیسر خورشید احمد)، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء، ص ۶۳۹

۵۔ محمد بن احمد القرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۲۴۳/۴-۲۴۴، محمد یوسف فاروقی، محولہ بالا، ص ۱۴۱

۶۔ **سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المشورۃ**

۷۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن** محولہ بالا، ۳۶۲/۱، حاشیہ نمبر ۸۸

۸۔ محمد یوسف اصلاحی، **قرآنی تعلیمات**، مکتبہ ذکریٰ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۲۶، قرآنی نقطہ نظر سے لفظ امانت کی مزید توضیح کے لیے ملاحظہ فرمائیں: راقم کا اداریہ (قرآن کا تصورِ امانت) **ششماہی علوم القرآن**، ۲۵/۱، ۲۰۱۰ء، ص ۵-۱۷

۹۔ علامہ شبلی نعمانی، **سیرۃ النبی ﷺ**، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، ۵۰/۲-۵۱

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی علوم کا ارتقاء عہدِ سلطنت کے ہندوستان میں

مصنف : ظفر الاسلام اصلاحی

ہندوستان میں مسلم عہد حکومت کا اولین حصہ (۱۲۰۶۔۱۵۲۶ء) ''عہد سلطنت'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ دور اس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ سیاست وحکومت، تہذیب وتمدن اور علم وفن کے میدان میں اس نے اس ملک پر بہت گہرے نقوش ثبت کیے۔ اس دور کی سیاسی تبدیلیوں، انتظامی اصلاحات اور تعمیراتی ترقیات کی تفصیلات قدیم وجدید تمام تاریخی مآخذ میں دستیاب ہیں، لیکن اس کے علمی نقوش بالخصوص اسلامی علوم کے ارتقاء میں اس کی بیش بہا خدمات کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ اس کتاب میں اس اہم موضوع پر مستند عربی و فارسی مآخذ کے حوالے سے تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ تاریخی کتب میں اس موضوع پر مواد یکجا نہیں ملتا بلکہ مختلف واقعات کے بیان کے درمیان بکھرا ہوا ہے۔ مصنف نے انھیں اکٹھا کر کے سلیقہ سے مرتب کیا ہے اور علم قرآن، حدیث وفقہ کے میدان میں اس دور کی کیا دَین رہی ہے اسے نمایاں کیا ہے۔ اس کتاب میں خاص طور سے اس پہلو سے بحث کی گئی ہے کہ معاصر علماء وفضلاء نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور بحث ومباحثہ کے کے ذریعہ اسلام کے ان بنیادی علوم کی ترویج وترقی میں کیا کردار ادا کیا اور ان علوم کے فروغ میں سلاطین دہلی کی ذاتی دلچسپی، معارف پروری اور سرپرستی کا کتنا حصہ رہا ہے۔ اس کتاب کے مباحث کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں مدلل انداز میں اس غلط فہمی کو رفع کیا گیا ہے کہ عہدِ سلطنت میں علم قرآن کو یکسر نظر انداز کیا گیا اور علم حدیث میں تو بہت ہی کم دلچسپی لی گئی۔ علم فقہ کے ارتقاء سے متعلق باب میں فتاویٰ کے حوالے سے عصری مسائل کے حل میں فقہائے وقت کی اجتہادی کوششوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ پوری کتاب حواشی وحوالہ جات سے مزین ہے۔ سادہ زبان، آسان اسلوب اور علمی انداز بیان اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

☆ دیدہ زیب طباعت سے آراستہ رشائقینِ تاریخ اسلامی ہند کے لئے بہترین تحفہ

صفحات: ۱۴۰ قیمت : ۱۲۰ روپے

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

Islamic Book Foundation

AN INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATIONS